Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُردو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

ہر ماہ انگریزی کی پانچ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر:- علی محمد اجمیری (مولوی فاضل)

نمبر ۷	۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۳۵ء	جلد ۳۴

فہرست مضامین

کوئٹہ کا ہیبت ناک زلزلہ اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داری	۲۳۴/۲۴۴	سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
مسئلہ ختم نبوت اور جماعت احمدیہ	۲۴۵/۲۴۷	ایڈیٹر
القول الجزم فی مسئلۃ الرجم	۲۴۸/۲۵۳	مولانا "ابن عمر"
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد	۲۵۳	ماخوذ
کتاب التوحید	۲۵۴/۲۶۸	حضرت سید محمد اسحٰق صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

کوئٹہ کا ہیبت ناک زلزلہ اور جماعت احمدیہ کی ذمہ واری

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

خوفناک زلزلہ سے تباہی

پچھلے ہفتہ کوئٹہ کے علاقہ میں جو زلزلہ آیا ہے وہ ہندوستانی زلزلوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایسا شدید اور ایسا اہم زلزلہ ہے۔ کہ اس کی نظیر قریب کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ بہار کے زلزلہ نے کانگڑہ کے زلزلہ کو مات کر دیا تھا۔ اور اب کوئٹہ کے زلزلہ نے بہار کے زلزلہ کو مات کر دیا ہے۔ بہار کا زلزلہ چونکہ زیادہ وسیع علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اس وقت جانی نقصان کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔ عام طور پر ۱۵-۱۶ ہزار موتیں انگریزی علاقہ میں سمجھی گئی تھیں۔ اور نیپال کے علاقہ کی موتیں شامل کر کے ۱۸-۲۰ ہزار موتوں کا اندازہ کیا گیا تھا۔ لیکن اس امر کو مدّنظر رکھتے ہوئے کہ بہت سے پہاڑی علاقے ایسے تھے۔ جن کے اندر کی موتوں کا اندازہ لگانا نہایت مشکل تھا۔ یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کہ موتیں اس سے بہت زیادہ تھیں۔ جتنی سمجھی گئیں۔ لیکن مالی لحاظ سے نقصان کانگڑہ کے زلزلہ سے بیسیوں گنا زیادہ ہوا۔ اگر کانگڑہ کے زلزلہ میں ۱۵-۲۰ لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا ہوگا تو بہار کے زلزلہ میں کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوا۔ اس کے بعد اب کوئٹہ کا زلزلہ آیا ہے۔ دو ہزار موتوں سے ابتدا کر کے ۵۶ ہزار موتوں تک کا اقرار اس وقت تک کیا جا چکا ہے۔ گویا کانگڑہ اور بہار کے زلزلہ سے اڑھائی گنا یا اس سے بھی زیادہ موتیں واقعہ ہوئیں۔ اور ابھی درحقیقت پوری طرح علم نہیں ہو سکا۔ کہ کس قدر اموات ہوئیں۔ جو اندازہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے لحاظ سے صرف کوئٹہ کی موتیں اس سے زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ جتنی بیان کی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ کوئٹہ کی آبادی ۳۶ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اور گرمیوں کے دنوں میں باہر کے اُن لوگوں کو ملا کر جو وہاں تبدیلی آب و ہوا کے لئے چلے جاتے ہیں۔ ۶۰ ہزار تک تعداد پہنچ جاتی تھی۔

مردم شماری چونکہ جنوری میں ہوتی ہے۔ اور یہ پہاڑی علاقوں میں خصوصیت سے سخت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سردی کے دن ہوتے ہیں اور اکثر لوگ میدانی علاقوں میں واپس آجاتے ہیں۔ اس لئے تعداد کا جو بھی اندازہ کیا جائے۔ گرمیوں میں باہر سے آنیوالے لوگ اُس تعداد میں اضافہ کردیتے ہیں۔ اور اس طرح آبادی اصل آبادی سے بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ مثلاً شملہ کی آبادی سردیوں کے ایام میں بہت کم ہوجاتی ہے۔ مگر گرمی کے دنوں میں اس سے تقریباً تین گنے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کوئٹہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی اوسط آبادی ۳۶ ہزار ہے۔ ۲۴ ہزار اگر اس میں وہ لوگ شامل کرلئے جائیں جو گرمیوں میں وہاں چلے جاتے تھے۔ تو یہ تعداد ساٹھ ہزار بن جاتی ہے۔ چھاؤنی اور اس کے متعلقات کی آبادی ۲۴ ہزار ہے۔ اور اس طرح یہ تمام تعداد مل کر ۸۴ ہزار بن جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ زلزلہ کی نقصان رسانی سے اکثر فوج کے لوگ محفوظ رہے۔ اور کوئٹہ کی آبادی میں سے دس ہزار لوگ بچے۔ اب اگر یہ سمجھ لیں۔ کہ دس ہزار چھاؤنی میں سے اور دس ہزار کوئٹہ شہر میں سے بچے۔ تو اندازہ یہ ہے۔ کہ صرف کوئٹہ کا ۶۴ ہزار آدمی اس زلزلے سے ہلاک ہُوا۔ اگر ہم چار ہزار کی تعداد اس میں سے اور بھی کم کردیں۔ تو بھی کوئٹہ میں ساٹھ ہزار موتوں کا اندازہ ہے۔ مگر یہ زلزلہ صرف کوئٹہ میں ہی نہیں آیا۔ بلکہ تیس چالیس مِیل کے حلقہ یا اس سے بھی زیادہ حصے میں آیا۔ اور کئی اور شہر اور دیہات بھی برباد ہوگئے۔ بلکہ بعض بستیوں کی بستیاں اس طرح نیست و نابود ہوگئیں جس طرح کوئٹہ نابود ہوگیا۔

قلات۔ مستونگ اور بعض دوسرے شہروں کے متعلق بھی لکھا ہے۔ کہ ان میں کئی ہزار اموات ہوئیں۔ اور اگر کوئٹہ کے ہلاک شدگان کی فہرست میں اس ہلاکت کو بھی شامل کرلیا جائے۔ تو موتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ سارے بلوچستان کی آبادی ساڑھے تین لاکھ ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ بقیہ علاقوں میں اتنی آبادی نہیں۔ جتنی کوئٹہ میں تھی۔ اس لئے اگر موتوں کی کثرت کا اعتبار کیا جائے اور تیس چالیس ہزار اور علاقوں کی موتیں سمجھی جائیں۔ تو در حقیقت بلوچستان میں نوّے ہزار یا ایک لاکھ تک موتوں کی تعداد پہنچ جاتی ہے۔ پھر سب سے عجیب بات جو اس زلزلہ میں ہے۔ یہ ہے۔ کہ اموات کی تعداد زخمیوں اور زندوں سے بہت زیادہ ہے۔ باقی علاقوں کے زلزلوں میں اموات کی تعداد مُردوں اور زخمیوں سے بہت کم تھی۔ بہار میں شاید پانچ دس فیصدی لوگ مَرے تھے اور ۹۰-۹۵ فیصدی بچ گئے تھے۔ لیکن کوئٹہ کے زلزلہ میں کم سے کم گورنمنٹ کا اندازہ یہ ہے۔ کہ نوّے فیصدی مَر گئے۔ گویا بہار کے زلزلہ کی کیفیت کوئٹہ میں بالکل اُلٹ گئی۔ بہار میں اگر دس فیصدی مَرے تھے۔ تو نوّے فیصدی بچ گئے تھے۔ اور یہاں اگر دس فیصدی بچے۔ تو نوّے فیصدی مَر گئے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب نہ صرف کوئٹہ شہر نہیں رہا۔ بلکہ اور بھی کئی شہر اور بستیاں دُنیا سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مٹ گئیں۔ اور ان کی جگہ نئے شہر اور نئی بستیاں بسیں گی۔ یہ استثنائی صورتیں ہیں۔ کہ کسی گھر کے زیادہ آدمی بچ گئے۔ بیشتر مثالیں اس قسم کی ہیں۔ کہ ایک گھر میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچا۔ اور ہزاروں مثالیں اس قسم کی ہیں۔ کہ اگر گھر میں دس آدمی تھے۔ تو نو مر گئے۔ اور ایک بچ رہا۔ یا آٹھ مر گئے۔ اور دو بچے رہے یا سات مر گئے۔ اور تین بچ گئے۔ پھر یہ واقعہ ایسا اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا۔ کہ لوگوں کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ اگر لوگوں کا زیادہ حصہ بچ جاتا۔ تب بھی کہا جاتا۔ کہ ایک آفت آئی۔ مگر ٹل گئی۔ لیکن یہاں تو ایک شہر تھا۔ جو نہ رہا۔ کئی بستیاں تھیں۔ جو نابود ہو گئیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ کہ بعض شہر ایسے ہیں۔ کہ جب وہ تباہ ہو جائینگے۔ تو کہا کریں گے کہ یہاں فلاں شہر آباد ہوا کرتا تھا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ "کئی نشان ظاہر ہونگے کئی بھاری دشمنوں کے گھر ویران ہو جائینگے۔ وہ دنیا کو چھوڑ جائینگے۔ ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئیگا۔ وہ قیامت کے دن ہونگے" اگر تم ان الہامات کی صداقت دیکھنا چاہتے ہو۔ تو لاہور امرت سر۔ ملتان اور راولپنڈی وغیرہ شہروں میں چلے جاؤ۔ اور ان لوگوں کو دیکھو۔ جو اَب کوئٹہ چھوڑ کر وہاں آئے ہیں۔ انہیں اس شہر کو چھوڑے تین تین چار چار دن ہو گئے ہیں۔ مگر ابتک ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب مجروح اور زلزلہ سے بچے ہوئے لوگ سپیشل ٹرینوں کے ذریعہ واپس آتے ہیں۔ تو لوگ دیوانہ وار روتے ہوئے سٹیشنوں پر ادھر اُدھر اپنے رشتہ داروں کی تلاش میں دوڑے پھرتے ہیں۔ اور جب انہیں اپنا کوئی رشتہ دار نظر نہیں آتا۔ تو ان کے نالہ و بکا سے ماتم بپا ہو جاتا ہے۔ ایک اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ مَیں نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ اس طرح سٹیشن پر پھر رہی تھی۔ جس طرح ایک شرابی نشہ میں مدہوش ہو کر ڈھکتا پھرتا ہے۔ وہ کبھی دائیں گرتی کبھی بائیں۔ اور روتی ہوئی کہتی سارے ہی مر گئے۔ کوئی بھی نہیں بچا۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب مصیبت زدہ لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ کوئٹہ کا کیا حال ہے۔ تو وہ جواب دینے کی بجائے چیخیں مار کر رو پڑتے ہیں۔ پھر کئی آدمی اس صدمہ کی وجہ سے پاگل ہو گئے ہیں۔ کوئٹہ سے ملتان کو گاڑی آ رہی تھی۔ کہ راستہ میں دو عورتیں شدتِ غم کی وجہ سے پاگل ہو گئیں۔ ایک اور شخص بھی دیوانہ ہو گیا۔ اور اس نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی غرض یہ ایسا دردناک نظارہ ہے۔ کہ نظارہ کو دیکھنے والے تو کیا پڑھنے والے بھی پڑھ کر حیران ہو جاتے۔ اور ان کے دل کرب و اضطراب سے بھر جاتے۔

قیامت کا ثبوت اس نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر غور کرو۔ اس سے کس وضاحت کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے خدا میں کتنی زبردست طاقت ہے۔ اور وہ کس طرح ایک سیکنڈ میں ساری دنیا کو ختم کر سکتا ہے۔ لوگ دلیلیں مانگتے ہیں۔ اور پوچھا کرتے ہیں۔ قیامت کس طرح آسکتی ہے۔ وہ اپنی قوت فکر کو وسیع کر کے دیکھیں۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ اسی طرح تمام دنیا پر قیامت آسکتی ہے۔ جس طرح کوئٹہ میں قیامت آگئی۔ جہانگیر کے متعلق مشہور ہے۔ اس نے نورجہاں کو ایک دفعہ دو کبوتر دیئے۔ اور کہا انہیں پکڑ رکھنا۔ میں کسی ضروری کام کے لئے جا رہا ہوں۔ نورجہاں* کے ہاتھ میں صرف ایک کبوتر ہے۔ دوسرا نہیں۔ جہانگیر نے پوچھا دوسرا کبوتر کدھر گیا۔ نورجہاں نے کہا اُڑ گیا۔ جہانگیر نے غصے سے پوچھا کس طرح اُڑ گیا۔ اس پر نورجہاں نے اپنا دوسرا ہاتھ جس میں کبوتر پکڑا ہُوا تھا کھول دیا۔ اور کہا اس طرح۔ نورجہاں جو بات جہانگیر کو بتا سکتی تھی۔ کیا لوگوں کی عقل اس بچی جتنی بھی نہیں۔ کہ وہ لوگ کوئٹہ کے حالات دیکھ اور سُن کر سمجھیں۔ قیامت اس طرح آسکتی ہے خدا تعالیٰ نے اس زلزلہ کے ذریعہ قیامت کی جو دلیل دی ہے۔ نورجہاں نے اسی رنگ میں دی تھی جس طرح اس سے پوچھا گیا۔ کہ کبوتر کس طرح اُڑ گیا۔ تو اس نے اپنے دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں کھول کر بتایا۔ کہ اس طرح۔ اسی طرح لوگ کہتے تھے۔ قیامت کس طرح آسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے کوئٹہ میں دکھا دیا۔ کہ اس طرح۔ جس جگہ کی ۹۰ فیصدی آبادی مر سکتی ہے۔ کیا وہاں کی باقی ۱۰ فیصدی آبادی کو خدا تعالیٰ ہلاک نہیں کر سکتا۔ اور جو خدا پچاس ساٹھ میل کے علاقہ میں قیامت بپا کر سکتا ہے۔ کیا وہ ساری دنیا میں قیامت بپا نہیں کر سکتا۔ جس خدا نے کوئٹہ میں قیامت بپا کر دی۔ یقیناً وہی خدا ساری دنیا میں قیامت بپا کر کے اسے نابود کر سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ لوگ پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور وہ اس قدر کھُلے کھُلے نشانات دیکھ کر بھی خدا تعالیٰ کے اس مامور کی طرف توجہ نہیں کرتے جسے اس نے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ اور جس کی صداقت میں زبردست انذاری نشانات دکھا رہا ہے۔

پانچ زلزلوں کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام صاف الفاظ میں فرماتے ہیں۔ کہ زلزلہ کا نشان خدا تعالیٰ پانچ دفعہ دکھائیگا۔ اور چونکہ یہ الہام زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہُوا۔ اس لئے یہ یقینی بات ہے۔ کہ ابھی تین اور ہیبت ناک زلزلے آنیوالے ہیں۔ پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ پانچ زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئینگے اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کر لیا جائے۔ تب بھی دو زلزلے باقی رہتے ہیں۔ ہر دفعہ کا زلزلہ پہلے کی نسبت زیادہ نقصان دہ اور دہشتناک ہوتا ہے۔

* نورجہاں اسوقت مٹھی اُڑا چکی تھی جب وہ دوسرا بھی اُڑا چکی تو اس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کانگڑہ کا زلزلہ آیا۔ تو لوگوں نے خیال کیا۔ کہ اس سے زیادہ خطرناک زلزلہ اور کیا ہو سکتا ہے جاپان سے بڑے بڑے ماہرین آئے۔ اور انہوں نے کہا۔ اب سو سال تک ہندوستان میں زلزلہ نہیں آ سکتا۔ لیکن ان کے اس فیصلہ پر ابھی تیس سال بھی نہ گذرے تھے۔ کہ بہار میں کانگڑہ سے بڑھ کر خطرناک زلزلہ آیا۔ اور ایک سال ہی گذرا تھا۔ کہ اب کوئٹہ کی تباہی ہو گئی۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کے بعد پنجاب۔ یو۔ پی۔ مدراس اور بمبئی کے علاقوں میں سے کس حصہ میں باقی تین آنیوالے ہیں۔ دنیا کا پیدا کرنیوالا خدا اپنے مسیح موعودؑ کے ذریعہ کہتا ہے۔ کہ میں پانچ دفعہ اپنے نشانات کی چمک دکھلاؤنگا۔ وہ کہتا ہے ؏

میں چمک دکھلاؤں گا اپنے نشاں کی پنج بار

گویا یہ زلزلے کے نشانات چمک کی طرح ہونگے۔ جس طرح بجلی کوندتی اور ایک سیکنڈ میں اِدھر اُدھر چلی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ زلزلے بھی زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ ایک دو منٹ میں ہی لوگوں کا کام تمام کر دینگے۔ پھر یہ زلزلے کچھ کچھ وقفہ کے بعد آئینگے۔ اور مختلف جگہوں میں آئینگے۔ کیوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کسی جگہ کے لوگ بھی ان آفات سے مامون نہیں۔

متواتر زلازل

پھر کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو الہام ہوتا ہے۔ کہ طاعون آئیگی۔ اور اس کے متعلق چند مرتبہ الہام ہو کر خاموشی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد الہامات کے مطابق طاعون آتی۔ اور اس کا لمبا سلسلہ چلتا ہے۔ پھر طاعون دنیا کے اکثر حصہ سے معدوم ہو جاتی ہے۔ ایک خاص وبا کے متعلق الہام ہوتا ہے۔ اور ایک دفعہ سے زیادہ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاتا۔ اس کے مطابق انفلوئنزا آتا۔ اور ایک سال کے اندر اندر ساری دنیا پر چھا جاتا ہے۔ لیکن زلزلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دیتا ہے۔ اور متواتر الہام ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؑ کی وفات ہو جاتی ہے۔ ابتدائی کئی سالوں میں زلزلہ کے متعلق الہامات ہوتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں زلزلہ کے متعلق الہام ہوتے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں زلزلہ کے متعلق الہام ہوتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں زلزلہ کے متعلق الہام ہوتے ہیں۔ اور زلازل کے متعلق آپؑ کے الہامات کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ آپؑ کی وفات ہو جاتی ہے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ زلازل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ وہ متعدد آئینگے۔ مختلف ممالک میں آئینگے۔ خود الہامات کی مختلف نوعیت عذاب کی مختلف نوعیت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ طاعون کے متعلق الہام ہوتے ہیں۔ تو چند دفعہ کے الہام کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ انفلوئنزا کے متعلق الہام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوتا ہے۔ تو ایک دفعہ ایک الہام کے بعد اس کے متعلق کوئی اور الہام نہیں ہوتا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ طاعون آئیگی۔ اور چلی جائیگی۔ انفلوئنزا آئیگا۔ اور غائب ہو جائیگا۔ لیکن زلازل کے متعلق آپ کو متواتر الہامات ہوتے رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لمبا سلسلہ ہے۔ اور مختلف علاقوں اور مختلف وقتوں سے مخصوص ہے۔ زلزلے آئیں گے۔ اور متواتر آئینگے۔

ہم مصائب پر خوش نہیں ہوتے

مگر نادان کہتے ہیں۔ احمدی لوگوں کے مصائب پر خوش ہوتے ہیں مگر یہ اعتراض کرنیوالے انہی لوگوں کی ذریت میں سے ہیں۔ جو کہا کرتے تھے۔ کہ بدر کی جنگ میں کفار کے قتل ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ یہ انہی لوگوں کی ذریت میں سے ہیں۔ جو کہا کرتے تھے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس قحط پر خوش ہوئے۔ جو ان کی بریت کے لئے نشان کے طور پر اللہ تعالیٰ نے پھیلایا۔ یہ انہی لوگوں کی ذریت میں سے ہیں۔ جو اعتراض کرتے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی غرقابی پر خوش ہوئے۔ یہ نادان نہیں جانتے۔ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے جو مظہر ہوتے ہیں۔ وہ **انذاری نشانات** کے پورے ہونے پر ایک ہی وقت خوش بھی ہوتے ہیں۔ اور رنجیدہ بھی۔ آریہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ اسلام خدا تعالیٰ کو رب العالمین قرار دیتا ہے۔ مگر جب وہ کسی شخص کی جان نکالتا ہے۔ تو وہ اس کی ربوبیت کہاں کر رہا ہوتا ہے۔ پس اعتراض تو خدا تعالیٰ پر بھی کیا جاتا ہے۔ کہ جب وہ کسی کو مارتا ہے۔ تو اس وقت اس کے لئے رب کہاں رہتا ہے۔ مگر نادان نہیں جانتے۔ کہ خدا تعالیٰ کی مثال دنیا داروں کی طرح نہیں۔ خدا **ایک ہی وقت میں ممیت بھی ہوتا ہے اور محیی بھی**۔ مارتا بھی ہے۔ اور زندہ بھی کرتا ہے کونسی موت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی آتی ہے۔ جس کے ساتھ حیات نہیں ہوتی۔ .. .. ہر موت اپنے ساتھ حیات لاتی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مرتی ہیں۔ اور یہ بیشک ان کے لئے ایک موت ہوتی ہے۔ لیکن وہ مر کر کھاد جیسی قیمتی چیز پیدا کر دیتی ہیں۔ تم روٹی سے ایک روٹی کا کام لے سکتے ہو۔ مگر روٹی کے فضلہ سے دس روٹیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ پس کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں۔ جس پر موت آئے۔ مگر وہ حیات پیدا نہ کرے۔ نابینا انسان دیکھتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ خدا مار رہا ہے۔ مگر آنکھوں والا جب دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ خدا زندہ کر رہا ہے۔ اور درحقیقت یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین اور ان کی جماعتوں کو ہی ملتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف موت کبھی نہیں آتی۔ بلکہ اس کی طرف سے آنیوالی ہر موت **زندگی کا پیغام** اپنے ساتھ لاتی ہے۔ جنگ بدر میں بے شک مسلمانوں کے بھی کچھ آدمی مارے گئے۔ مگر کیا بدر کی جنگ ہی نہیں تھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس نے عرب کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح جنگ احد میں کچھ مسلمان مارے گئے۔ اور کچھ جنگِ احزاب میں کام آئے۔ مگر انہی جنگوں کے نتیجہ میں جب اہل عرب میں اصلاح پیدا ہو گئی۔ تو ان میں ہر ایک شخص کو زندگی کی روح نظر آنے لگی۔ پھر فتح کے وقت بھی بعض موتیں ہوئیں۔ لیکن اگر مکہ فتح نہ ہوتا۔ تو عرب کے لاکھوں لوگوں کی زندگی کس طرح ممکن تھی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان موتوں میں عرب کی زندگی تھی۔ گویا موت میں ان کی زندگی مخفی تھی۔

پس موت بسا اوقات حیات کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور یہ موتیں بھی جو کوئٹہ اور اس کے گرد و نواح میں ہوئیں۔ حیات کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اگر لوگ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنی عملی زندگی میں تغیّر پیدا کریں۔

غرض اگر اس عذاب کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرینگے اور اس کے مامور کی آواز پر کان دھریں گے۔ تو یہ ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے۔ اور اسمیں اعتراض کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ کہ لوگ ہلاک ہوئے۔ اور دفعۃً ہزاروں موتیں ہو گئیں۔ تو نہ صرف ہم خوش نہیں۔ بلکہ ہم سے زیادہ رنجیدہ ان مصائب پر اور کوئی نہیں۔ کیا ہمارا اپنے اموال صَرف کرنا لوگوں کو تبلیغ کرنا۔ اور اپنی زندگیوں کو خدمتِ دین کے لئے وقف کرنا۔ اس لئے نہیں۔ کہ بغیر زلزلہ کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مان جائیں۔ پس ہماری خواہش تو ہمیشہ یہی رہی۔ کہ لوگ بغیر اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھے۔ حق کی طرف رجوع کریں۔ اور بغیر بہار اور کوئٹہ کے زلزلہ کے رونما ہونے کے وہ اس مامور کو پہچانیں۔ جو ان کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا۔ مگر یہ احراری تھے۔ جو لوگوں سے کہتے رہے۔ کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو ہماری باتیں سُننے سے روکتے رہے۔ پس یہ موتیں جو بہار اور کوئٹہ میں ہوئیں۔ ہمارے ذمہ نہیں بلکہ ان کی ذمہ داری احراریوں کے سر ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ احمدی جھوٹ کہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے مامور کو مفتری کہکر اُسے قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ یہ اموات ان لوگوں کی گردنوں پر ہیں۔ جو آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمایندے بنے پھرتے ہیں۔ وہ قاتل ہیں ان لوگوں کے جو بہار میں مارے گئے۔ وہ قاتل ہیں ان لوگوں کے جو کوئٹہ میں مارے گئے یہی لوگ وہ تھے۔ جو دنیا سے کہتے رہے۔ سوتے رہو۔ سوتے رہو۔ خدا تم پر ناراض نہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشگوئیوں کے متعلق جب وہ بیان کی جاتیں۔ کہا۔ یہ شیطان کی طرف سے آنیوالا ہے۔ اس کی باتیں پوری نہیں ہونگی۔ ان زلزلوں کے آنے سے ایک لمبا عرصہ پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا کے مامور نے پورے زور سے دنیا کو جگایا۔ اور کہا بیدار اور ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ خدا تعالیٰ کا عذاب تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔ مگر یہ دشمنِ قوم اور دشمنِ دین و ایمان احراری لوگوں سے کہتے رہے۔ سوتے رہو۔ سوتے رہو۔ اگر لوگ خدا تعالیٰ کے مامور کی بات مان لیتے۔ یا ہماری بات پر ہی کان دھرتے۔ تو نہ یہ زلزلے آتے۔ اور نہ اس قدر موتیں واقع ہوتیں۔

عالمگیر عذاب لوگ کہتے ہیں انکار کرنیوالے کوئی ہیں۔ اور زلزلے کہیں آرہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون۔ یعنی ہم ہمیشہ زمین کو اس کے کناروں سے چھوٹا کرتے آتے ہیں۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے۔ کہ وہ کناروں سے آتا ہے۔ اور اسی سُنّت کے مطابق ہندوستان کے کناروں سے یہ زلزلے شروع ہوئے۔ ان زلزلوں سے جو ایسے لوگ مارے جاتے ہیں۔ جو بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اگلے جہان میں ان کی اس مصیبت کو ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیگا۔ اور جو کامل اتمام حجّت سے قبل مارے گئے۔ ان کے لئے بھی نقصان نہیں۔ کیونکہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو ممکن ہے۔ صداقت ان کے سامنے واضح طور پر پیش کی جاتی۔ اور وہ پھر بھی غافل رہتے۔ اور اس طرح مجرم قرار پاتے۔ اصل میں ان لوگوں پر ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ جو زندہ ہیں۔ اور جنہوں نے اس عذاب کو دیکھا۔ کیونکہ مرنے والوں سے وہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور ان کی موت کو اپنی حیات کا موجب نہیں بناتے۔ اور وہ ہوشیار اور بیدار نہیں ہوتے۔ تو پھر یہ بھی خدا تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ پس لوگوں کے اعتراض کی وجہ سے ہم خدا تعالیٰ کے اس نشان کو چھپانے کے لئے تیار نہیں جو خدا تعالیٰ نے اس وقت ظاہر کیا۔ بے شک لوگ کہیں گے۔ یہ ہر چیز بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ اور بے شک وہ کہیں۔ کہ احمدی لوگوں کی موت پر خوش ہوتے ہیں۔ گو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور ایسا انسان مفتری ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ ہم لوگوں کی موت پر خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمیں ان سے زیادہ رنج اور دُکھ پہنچتا ہے۔ لیکن چونکہ اس زلزلہ سے خدا تعالیٰ کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں۔ کہ اُسے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ ورنہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھہرینگے۔ وہ ہم سے پوچھیگا۔ کہ جب مَیں نے دُنیا میں ایک عظیم الشان نشان دکھایا تھا۔ تو تم نے اسے کیوں چھپایا۔ پس باوجود اس مخالفت کے جو آج دُنیا میں ہماری ہو رہی ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ کہ اس نشان کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ بغیر کسی قسم کے خطرہ اور خوف کے پیش کریں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس نشان کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضرور بہتوں کی ہدایت کا موجب کریگا۔ آخر خدا تعالیٰ کی چمکار ضائع نہیں جا سکتی۔ پھر جس نشان کے متواتر دکھانے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہو۔ یقیناً اس میں لوگوں کے لئے بہت بڑی ہدایت مخفی ہوتی ہے۔

احمدیوں کا زلزلے سے کیوں نقصان ہُوا

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ زلزلہ نشان تھا۔ تو پھر بعض احمدی اس میں کیوں فوت ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض صحابہؓ جنگوں میں فوت ہوئے۔ جنگوں میں کفار کے مقابلہ میں صحابہؓ بھی شہید ہوتے رہے۔ مگر چونکہ ان کی نسبت بہت قلیل ہوتی تھی۔ اس لئے نشان کی صداقت مشتبہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی طرح زلزلہ کوئٹہ میں ہماری جماعت کے قریباً دس فیصدی لوگ فوت ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں مخالفوں کے گھروں میں نوے فیصدی موتیں ہوئی ہیں۔ پس دوسرے نوّے فیصدی مرے۔ اور ہم نوّے فیصدی بچے۔ یہی حال صحابہؓ کے زمانہ میں ہُوا کرتا تھا۔ صحابہؓ کم مارے جاتے تھے۔ اور مخالف زیادہ مارے جاتے۔

نشان کی اشاعت کیساتھ مجروحین کی امداد

غرض اب بھی وقت ہے۔ کہ دنیا اس نشان کو سمجھے۔ اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ دیکھو موت کوئٹہ میں نہیں آئی۔ بلکہ سارے پنجاب میں آئی ہے۔ کوئی ضلع ایسا نہیں جس میں سے کچھ لوگ کوئٹہ میں نہ تھے۔ کوئی ضلع ایسا نہیں۔ جہاں کے لوگ نہ مرے ہوں۔ پس آج پنجاب کے ہر بڑے شہر میں ماتم بپا ہے۔ اور بہت سے دیہاتوں میں بھی ماتم پڑا ہُوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کو دنیا تک پہنچائیں۔ اور اسے توجہ دلائیں۔ کہ اب بھی وقت ہے۔ وہ ہماری مخالفت چھوڑ دے۔ ورنہ نہ معلوم خدا تعالیٰ کی غیرت اسے اور کیا کچھ دکھائیگی۔ صاف الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ میری صداقت کے نشان ہیں۔ جو پورے ہو کر رہیں گے۔ پس جب تک دُنیا مخالفت نہیں چھوڑتی۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ لوگوں تک پُہنچائیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی فرض ہے۔ کہ جو لوگ مارے گئے ہیں۔ ان کے پسماندگان اور مجروحین کی امداد کریں۔ مَیں نے اس کے لئے ایک اعلان کیا ہے۔ اور مَیں امید کرتا ہوں۔ کہ اس مصیبت کا احساس کرتے ہوئے۔ جو کوئٹہ میں نازل ہوئی۔ ہمارے احباب چندہ دینے میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔ اس میں شُبہ نہیں ہماری جماعت پر سلسلہ کے کاموں کا بوجھ ہے۔ مگر مومن کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ قربانی کے کسی موقع سے دریغ کرے۔ پس ہمارا فرض ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ ہم مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کریں۔ تا انہیں معلوم ہو۔ کہ ہمارے دل ان کی تکلیف پر خوش نہیں بلکہ زیادہ دُکھی ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ہم مجبور ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس نشان صداقت کو وضاحت سے بیان کریں۔ مگر اس میں کوئٹہ یا بہار والوں کی خصوصیت نہیں۔ اگر ہمارا کوئی بچّہ بھی پیشگوئی کے مطابق مرجائے۔ تو ہمیں اس کی موت پر جہاں غم ہوگا۔ وہاں خوشی بھی ہوگی۔ کہ خدا تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔ ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمدؓ جب فوت ہُوا تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے بہت محبّت تھی اس لئے لوگوں کو خیال تھا۔ کہ آپؑ کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوگا لیکن جب آپؑ گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو بیٹھتے ہی آپؑ نے جو تقریر کی۔ اس میں فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ابتلاء ہے اور ہماری جماعت کو اس قسم کے ابتلاؤں پر غم نہیں کرنا چاہیئے پھر فرمایا۔ مبارک احمدؓ کے متعلق فلاں وقت مجھے الہام ہُوا تھا۔ کہ یہ چھوٹی عمر میں اُٹھا لیا جائیگا۔ اس لئے یہ تو خوشی کا موجب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا نشان پورا ہُوا۔ پس ہمارا اپنا بھائی بیٹا یا کوئی عزیز رشتہ دار اگر مرجائے اور اس کی وفات کے متعلق خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ہو۔ تو رنج کے ساتھ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہمیں خوشی بھی ہوگی۔ خوشی کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہم انہیں غیر سمجھتے ہیں۔ ہم تو انہیں اپنا ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کو ان سے بھی زیادہ اپنا سمجھتے ہیں۔ اور یہ ہمارے لئے ناممکن ہے۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کے کسی نشان کو چھپائیں۔

پس ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم دنیا پر اپنی دونوں خوبیوں کو ظاہر کردیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان قہری نشان کے ذکر کو ہم دنیا میں پھیلائیں۔ اور لوگوں کو بتائیں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے ظہور پذیر ہُوا۔ اور دوسری طرف مصیبت زدگان اور مجروحین کی امداد کریں۔ تا دُنیا سمجھے۔ کہ ہم جہاں خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہونے کے بعد اس کی اشاعت میں کسی مصیبت اور ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ وہاں ہم سے زیادہ ان کا خیر خواہ بھی کوئی نہیں۔ اگر ہم اپنی ان دونوں خوبیوں کو ظاہر کریں گے۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ کی بھی دونو قدرتیں ہمارے لئے ظاہر ہونگی۔ وہ قدرت بھی جو آسمان سے اُترتی ہے۔ اور وہ قدرت بھی جو زمین سے ظاہر ہوتی ہے ؛

مباحثہ نیروبی

نیروبی (افریقہ) میں لال حسین اختر اور شیخ مبارک احمدؓ صاحب مولوی فاضل مبلّغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مابین تین مناظرات وفات مسیحؑ۔ ختم نبوّت اور صداقت مسیح موعودؑ پر ہوئے تھے۔ ان کی مفصّل روئیداد ریویو آف ریلیجنز کے تین نمبروں میں شائع ہوچکی ہے۔ جنکی اشاعت تبلیغی نقطہ نگاہ سے مفید ہے۔ ۳/ آنے کے ٹکٹ بھیجکر دفتر مینیجر رسالہ سے طلب کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلہ ختم نبوّت اور جماعت احمدیّہ

آجکل احراری اخبارات اور لیڈر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق پبلک میں یہ غلط فہمی پھیلا رہے ہیں۔ کہ آپؑ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے تھے۔ ذیل میں حضرت اقدسؑ کے کلام میں سے چند اقتباسات درج کیئے جاتے ہیں۔ جن سے اس ناپاک پراپیگنڈے کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ طالبانِ حق غور فرمائیں۔ کہ ختم نبوّت کے جو معنے احراری اور دیوبندی وغیرہ علماء کرتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے شایان ہیں۔ یا جو معنے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپؑ کی جماعت کرتی ہے۔ وہ حضورؐ کی شان برتر کے لائق ہیں:-

(۱) "ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المؤمنین خاتم العارفین اور خاتم النبیینؐ ہے۔ اور اسی طرح وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپؐ پر نبوّت ختم ہو گئی۔ یہ نبوّت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالات نبوّت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لیکر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین جمع کر دیئے گئے۔ اور اس طرح آپؐ طبعاً خاتم النبیین ٹھیرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات۔ وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھیرا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترا عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔ ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہُوا ہے۔ اور اس کی حقیقت سے بیخبر ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوّت کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے۔ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاءؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوّت کی حقیقت ایسے طور پر کھولدی ہے۔ کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے۔ ایک خاص لذّت پاتے ہیں۔ جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔

دُنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوّت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں۔ کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے۔ اور چودھویں تاریخ پر اس کا کمال ہو جاتا ہے۔ جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر آ کر کمالات نبوّت ختم ہو گئے۔ جو یہ مذہب رکھتے ہیں۔ کہ نبوّت زبردستی ختم ہو گئی ۔ . . . انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ان کو نہیں ہے۔ باوجود اس کمزوریٔ فہم اور کمیٔ علم کے ہمیں الزام دیتے ہیں۔ کہ ختم نبوّت سے منکر ہیں۔ مَیں ایسے مریضوں کو کیا کہوں۔ اور ان پر کیا افسوس کروں۔ اگر ان کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور وہ حقیقت اسلام سے بکلّی دُور نہ جا پڑے ہوتے تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی۔" (تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

(۲) "جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہُوا ..... وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ (الہام) کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے۔ جسکی مہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمّت اور ہمدردی نے اُمّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص اُمّتی نہ ہو۔ اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچّی پیروی سے اپنا اُمّتی ہونا ثابت نہ کرے۔ اور آپؐ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے۔ اور نہ کامل مُلہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ مگر ظلّی نبوّت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷ و ۲۸)

(۳) "افسوس کہ حال کے نادان مسلمانوں نے اپنے نبی مکرّم کا کچھ قدر نہیں کیا۔ اور ہر ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بات میں ٹھوکر کھائی۔ وہ ختم نبوّت کے ایسے معنی کرتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پاک میں افاضہ اور تکمیل نفوس کے لئے کوئی قوّت نہ تھی۔ اور وہ صرف خشک شریعت سکھانے آئے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو یہ دُعا سکھاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پس اگر یہ اُمّت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دُعا کیوں سکھائی گئی۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۰)

(۴) "اللہ جل شانہ، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوّت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

(۵) "افسوس ان لوگوں پر جو اس اُمّت کو ایک مُردہ اُمّت خیال کرتے ہیں۔ ... ان کے نزدیک یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ کہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر مسیح ابن مریمؑ کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ کیونکہ قیامت تک خدا کے مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بند ہے۔ تعجب ہے یہ لوگ اسقدر تو مانتے ہیں۔ کہ اب بھی خدا سُنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ مگر یہ نہیں مانتے۔ کہ اب بھی وہ بولتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ حالانکہ اگر وہ اس زمانہ میں بولتا نہیں۔ تو پھر اس کے سُننے پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کو معطل کرنیوالے سخت بدقسمت لوگ ہیں۔ اور درحقیقت یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں۔ ختم نبوّت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوّت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کر سکتے ہیں۔ کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنے چاہئیں سب بند ہو گئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کی خواہش کرنا لاحاصل ہے۔ کیا یہ لوگ بتلا سکتے ہیں۔ کہ اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا کیا فائدہ ہُوا۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں بجز گذشتہ قصّوں کے اور کچھ نہیں۔ انکا مذہب مردہ ہے۔ اور معرفت الٰہی کا دروازہ ان پر بند ہے۔ مگر اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں مسلمانوں کو سورہ فاتحہ میں گذشتہ نبیوں کا وارث ٹھیراتا ہے۔ اور دُعا سکھاتا ہے کہ جو پہلے نبیوں کو نعمتیں دی گئی تھیں۔ وہ طلب کریں۔ مگر جس کے ہاتھ میں صرف قصّے ہیں۔ وہ کیونکر وارث کہلا سکتا ہے۔ افسوس اِن لوگوں پر کہ ان کے آگے تمام برکات کا چشمہ کھولا گیا۔ مگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ نہیں چاہتے کہ ایک گھونٹ بھی اس میں سے پئیں" (چشمۂ مسیحی صفحہ ۶۷ و ۶۸)

(۶) "بالآخر میں پھر عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے۔ اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں۔ اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں ہے۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر کہتا ہے۔ اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائیگا۔ میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میرا خدا اور رسولؐ پر وہ یقین ہے۔ کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔" (کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

(۷) "میں اس (خدا) کے رسولؐ پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں۔ اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں۔ یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے ختم نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محمدیؐ نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہے۔ اور اسی کا مظہر اور اسی سے فیضیاب۔

خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ قرار دیتا ہے۔ اور محمدیؐ شریعت کے خلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔ مگر خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اسکی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اسکے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔ اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا پیار یہ ہے۔ کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے۔ اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔ ..... یہ اس لئے کہ اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے۔ اور ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے نادان آدمی جو درحقیقت دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ چاہتا ہے۔ کہ اسلام بھی اور مُردہ مذہبوں کی طرح ایک مُردہ مذہب ہو جائے۔ مگر خدا نہیں چاہتا۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

القول الجزم فی مسئلۃ الرجم
رجم کی تائید میں تصریحات حدیثیہ پر بعض اوہام
اور
ان کا ازالہ

(۵)

شمارہ ماضیہ میں نو کی تعداد تک وہ دلائل بیان ہو چکے ہیں جن کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس وہم کی حتماً کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کہ اسوہ نبوی میں یہ جو تصریحات پائی جاتی ہیں کہ محصن مرتکب زنا پر سزائے رجم کا نفاذ کیا گیا یہ حضور علیہ السلام کی سُنّت عبادیہ نہ تھی بلکہ عادیہ تھی اور یہ کہ سورہ نور کی آیت اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ کے نزول سے پہلے حضور نے رجم ایسی سزا کے نفاذ کے لئے احکام صادر کئے تھے۔ اس کے بعد نہیں کیئے۔ اس تسلسل میں اب ان دلائل کے اعادہ یا تلخیص کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ بتلانا باقی ہے کہ جب اس بات کی تائید میں تاریخی یا فقہی کوئی دلیل بھی نہ تھی پھر اس وہم کی اصل کیا ہے؟ اور کہاں سے یہ نکتۂ باطلہ پیدا کیا گیا کہ سورۃ نور نے حد رجم کو منسوخ کر دیا ہے اس کے جواب میں اصل تو یہی ہے۔ کہ جب بعض دماغوں نے فیصلہ کر لیا کہ رجم ایسی سزا کو تسلیم نہیں کیا جانا چاہیئے۔ تب یہ دیکھتے ہوئے کہ احادیث و آثار متواترہ کا انکار تو مشکل ہے ان کے لئے صرف یہی صورت باقی تھی کہ اس مسئلہ کو ناسخ و منسوخ کے چکر میں ڈال دیا جائے، لیکن اس انداز متخیلہ میں وہ اس امر سے بے نیاز ہو گئے کہ ان کی کوشش میں صداقت اور واقعات کہاں تک۔ ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق ناسخ و منسوخ کا پہلو اختیار کرنے میں ان پر اس واقعہ نے کوئی اثر کیا ہو جو کتب آثار میں اس طرح مذکور ہے، کہ مشہور تابعی ابو اسحٰق شیبانی نے عبد اللہؓ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ ابو اسحٰق نے پھر سوال کیا کہ سورہ نور کے نازل ہونے سے قبل یا بعد؟ ابن ابی اوفیٰ کہنے لگے مجھے اس کا علم نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ابو اسحٰق کو اس نوع کا خیال گذرا تھا۔ کہ سورۃ نور میں تو مائۃ جلدہ کا حکم ہے جو یقیناً رجم سے مختلف سزا ہے۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر انہیں یہ توجیہہ سوجھی کہ ہوسکتا ہے کہ رجم کی سزا دُروں کی سزا کے نازل ہونے سے پہلے دی جاتی ہو اور آخر الذکر حکم کے آنے سے اس کو ترک کردیا گیا ہو۔ لیکن از بس کہ شریعت حقہ نے جو احکام عملیہ صادر کیئے ہیں اُن کی نسبت محض قیاس کو دخل دینے میں وہ اتنے جری نہ تھے بلکہ کسی آگاہ دو واقف کار سے اس خصوص میں انہوں نے استفسار ضروری سمجھا اور ابن ابی اوفی کی خدمت میں کہ انہیں مصاحبت نبوی کا شرف حاصل تھا وہ اسی غرض کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن یہ اتفاق کی بات تھی کہ وہاں بھی مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا معاملہ تھا۔ اور ابن ابی اوفی کے پاس اس بارہ میں کوئی خاص اطلاع نہ تھی، کہ مجرموں کو رجم کروانے کے واقعات پہلے کے ہیں اور سورہ نور بعد کی یا سورہ نور کا نزول پہلے تھا اور رجم کی سزا کا نفاذ اس سے بعد۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور رجم کے واقعات سورہ نور سے پہلے ہی کے تھے۔

بہرحال رجم کی تائید میں احادیث و اخبار ثابتہ کی شہادتوں کے متعلق سزائے رجم کے قطعی منکرین لیکن حدیث کے حقیقی درجہ کو تسلیم کرنے والوں کی یہ تاویل بالکل بے اصل اور رکیک ہے کہ آنحضرت صلعم نے مائۃ جلدہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے پہلے رجم کی سزا نافذ فرمائی تھی اور اس کے بعد اگر کوئی مجرم آیا تو اس کیلئے آپ کا حکم یہی تھا کہ اسے تازیانے لگائے جائیں۔ بلکہ ناقابل تردید اور غیر مشتبہ حقیقت یہی ہے۔ کہ زنا کے مرتکبین پر جبکہ وہ محصن تھے رجم ہی کی حد کا نفاذ کیا گیا۔ اور آیت قرآنی مائۃ جلدہ نے اسے قطعاً منسوخ نہیں کیا اور اسوہ نبوی کا یہ پہلو سُنّت عادی کا درجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اسے سُنّت عبادیہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

دوسری توجیہہ

بعض مخالفین رجم نے اس بات کو تسلیم کرنے کے بعد کہ سزائے رجم کے نفاذ کا زمانہ سنہ ھ کے بعد کا ہے۔ یعنی رجم کی حد جاری کرنے سے آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا الآیہ یقیناً پہلے کی ہے یہ حُجت پیش کی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے مجرموں کو یہ جو رجم کروایا یہ کوئی شرعی "حد" کے طور پر نہیں تھا کیونکہ تمام "حدود شرعیہ" قرآن مجید میں مذکور ہیں، اور کوئی حد بھی ایسی نہیں ہے جو قرآن مجید میں تو موجود نہ ہو اور اسے صرف احادیث میں بیان کیا گیا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے جو رجم کی سزا جاری کی اس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ سِيَاسَةٌ مُفَوَّضَةٌ اِلَى الْاِمَامِ اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَاِنْ شَاءَ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لم یفعل کے حکم میں ہے۔ اور رجم کی سزا کوئی "حد" نہیں جس کا جرم ثابت ہو جانے پر بہر طور نافذ کرنا ضروری ہے۔ بلکہ تعزیر ہے جو مصالح وقتی کے مطابق امام کی رائے پر موقوف ہے اگر مناسب جانے تو امام اسے جاری کر دے اور اگر اس کی رائے میں مناسب یہی ہو کہ رجم نہ کیا جائے تو وہ شریعت حقہ اسلامیہ کی رو سے مجبور نہیں ہے کہ ضرور رجم کرے۔

اس توجیہہ کے متعلق پہلا جواب یہ ہے کہ حتماً کوئی ایسی شرعی حُجّت پیش نہیں کی جا سکتی جس کی روشنی میں رجم کی سزا کو "حد" نہیں قرار دیا جاتا بلکہ "تعزیر" کی ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی سزا جس کو شارع علیہ السّلام نے مجرموں پر حکم الٰہی سے نافذ کیا جس کے متعلق ارشاد ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق ہے، جس کے نافذ کرنے میں خود شارع علیہ السّلام اپنے اجتہاد کو کام میں نہیں لائے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ شریعت کی منصوص اجازت کے بغیر یہ سزا "حدود" کی ذیل سے نکال کر امام کے اختیار میں دیدی جائے، کہ اپنی مرضی سے چاہے تو مجرم کو رجم کروا دے اور پسند کرے تو مجرم صاف طور پر اس سزا سے بچ جائے۔

دوئم یہ کہ اگر رجم ایسی سزا ہے جس کا نافذ کرنا یا نہ کرنا امام کے اختیار میں ہے تو چاہیئے کہ اسوۂ رسول صلعم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے کوئی ایسی مثال پیش کی جائے کہ کسی مقدمہ میں محصن مجرم پیش ہُوا ہو اور اسے رجم نہ کروایا گیا ہو۔ یا کسی غیر محصن کو رجم کی سزا دی گئی ہو۔ کیونکہ اگر یہ سیاسۃ مفوّضۃٌ الی الامام ان شاء فعل وان شاء لم یفعل کا حکم رکھتی ہے تو ضرور کوئی ایسا واقعہ یا حکم پیش کیا جانا چاہیئے، لیکن ایسے کسی ایک واقعہ یا حکم کا نہ ملنا بلکہ اس کے خلاف علی التواتر اس بات کا پایہ ثبوت کو پہنچ جانا کہ غیر محصن کو ہمیشہ مائۃ جلدۃ اور محصن مجرم کو رجم کی سزا دی گئی اور کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ محصن مجرم رجم کی سزا سے بچ گیا ہو مندرجہ فوق توجیہہ کے خلاف ایک بدیہی ثبوت ہے اور اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ محصن زانی کی سزا رجم "تعزیر" نہیں۔ جس کو کبھی چھوڑ بھی جا سکتا ہے۔ کیونکہ شارع صلعم نے کبھی اسے پس پشت نہیں ڈالا بلکہ "حد" ہے جس کا جاری کرنا بہر طور فرض ہے کیونکہ شارع صلعم اور اس کے جانشینوں رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ اسے جاری کیا ہے۔

مندرجہ فوق ہر دو جوابات "حد" اور "تعزیر" کے اس امتیاز کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیئے گئے ہیں کہ "حد" ایسی سزا ہے۔ جس کا جاری کرنا شریعت اسلامیہ کی رُو سے اسلامی حاکم وقت کے لئے شرعی فریضہ ہے۔ اور "تعزیر" ایسی سزا ہے۔ جو اس کے اختیار میں ہے۔ کہ اپنے اجتہاد سے کبھی جاری کرے۔ اور کبھی نہ کرے۔ لیکن فقہ اسلامیہ میں "تعزیر" اور "حد" میں ایک اور فرق بھی ملحوظ رکھا گیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ یہ کہ "تعزیر" غیر معیّن سزا کو کہتے ہیں۔ جسے تجویز بھی امام خود ہی کرتا ہے۔ جس میں جرم کی شدّت وخفت یا بعض دیگر احوال کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اور "حد" ایسی سزا ہے۔ جو شریعت کی طرف سے متعیّن ہو چکی ہے۔ اور جس میں کسی نوع کی کمی بیشی کرنے کا امام کو اختیار نہیں۔ بلکہ جرم کے پایۂ ثبوت کو پہنچ جانے کے بعد وہ مجبور ہے۔ کہ اُسے مجرم پر نفس سزا میں بلا کسی کمی یا بیشی کے نافذ کردے، خلاصہ یہ کہ "حد" میں نفس سزا معین ہوتی ہے اور تعزیر میں غیر متعیّن۔ اب ایک موٹی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ محصن کے لئے سنگسار کیئے جانیکی سزا ایک مقرر اور معیّن سزا ہے۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ غیر معین ہے، پس معلوم ہُوا۔ کہ یہ سزا "حد" ہے "تعزیر" نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض زانی پر اسے نافذ کرنے میں کسی کمی یا بیشی کو ملحوظ نہیں رکھا۔

رجم کی تائید میں تصریحات حدیثیہ کے متعلق اس توجیہ کے درست یا غیر درست ہونیکے سوال کو حل کرنیکے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔ لَا عُقُوْبَۃَ فَوْقَ عَشْرِ ضَرَبَاتٍ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ یعنی دسؔ ضربات سے بڑھ کر سزا صرف حدود الٰہیۃ میں ہوتی ہے۔ اب رجم کے بارہ میں دیکھ لیجئے یہ سزا دسؔ ضربات سے زیادہ ہے یا اس سے کمتر۔ اگر یہ سزا دسؔ ضربات سے زیادہ ہی ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ رجم کوئی "تعزیر" نہیں ہے جس کا اختیار و ترک حاکم کی رائے پر موقوف ہے، بلکہ حدود الٰہیۃ میں سے ایک "حد" ہے۔ کیونکہ شارع ؑ نے خود فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ عشر ضربات سے بڑھی ہوئی سزا حدود میں داخل ہوتی ہے۔ اور رجم بلا اختلاف اپنے اندر شدّت کے کیفی اور کمّی ایسے پہلو رکھتا ہے۔ جو عشر ضربات میں بالکل نہیں ہیں۔ اور اس طرح دسؔ ضربات یقیناً رجم کی سزا سے کمتر ہیں۔ پس رجم کی سزا اصطلاحی نقطہ نگاہ سے یقیناً "حد" کہلائیگی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ تمام "حدود شرعیہ" قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور کوئی حد بھی ایسی نہیں ہے، جو قرآن مجید میں تو موجود نہ ہو۔ اور اسے صرف احادیث میں بیان کیا گیا ہو۔ اس لئے سزائے رجم "حد" نہیں۔ کیونکہ اسے قرآن مجید میں بیان نہیں کیا گیا۔ تو اوّل تو یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ شرب خمر کی "حد" اسّی دُرّے قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن اگر اس استدلال کا یہ قضیہ درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ بجز حد رجم کے اور دوسری کوئی حد قرآن مجید کے منصوص احکام سے باہر نہیں رہی۔ اور بقیہ تمام حدود مثلاً قاذف کے دُرّے۔ چور کا قطع ید وغیرہ براہ راست اس میں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اس سے نتیجہ نکالتے ہوئے یہ کہنا انتہائی رکاکت اور ضعف ہے۔ کہ "اس لئے سزائے رجم "حد" نہیں"، کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ استدلال تب درست ہو سکتا تھا۔ جبکہ ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا جاتا۔ کہ "شرعی حد" صرف وہ ہؤا کرتی ہے۔ جسے قرآن مجید میں جو شریعت کا ماخذ اوّل ہے۔ براہِ راست بیان کیا جائے۔ لیکن جب یہ بات نہیں اور کسی شرعی فقہی سند سے یہ ثابت نہیں جا سکتا۔ کہ کسی سزا کو "حد" کی ذیل میں شامل کرنیکے لئے یہ شرط ضروری ہے۔ کہ وہ قرآن مجید میں بیان ہو۔ پھر بتلائیے۔ اس استدلال کی بے حقیقتی کا کونسا پہلو باقی رہ جاتا ہے۔ اور کونسے خارجی امر کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ جس سے اسے غلط اور ناقابل اعتناء ثابت کیا جائے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ رجم کی سزا کو فقہاء کا تعزیر قرار دینا اور یہ کہنا۔ کہ یہ سزا حدود الٰہیہ میں سے کوئی "حد" نہیں ہے۔ کمزور بات ہے۔ اور اس میں قطعاً کوئی اصلیت نہیں ہے۔

غرض اوّل تو "حد" شریعت کی طرف سے ایک معیّن سزا کو کہتے ہیں۔ اور "تعزیر" شریعت کی طرف سے معیّن نہیں ہوتی۔ دوئم تعزیر کی حیثیت رکھنے والی سزا "حد" کی سزا سے زائد اور بڑھکر نہیں ہو سکتی۔ سوئم "حد" کی سزا کے ساتھ کوئی اور سزا نہیں دی جا سکتی۔ چہارم۔ جرم ثابت ہو جانے پر "حد" کا نفاذ بہرکیف ضروری ہے اس کا سقوط نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھو سزائے رجم "حد" و "تعزیر" کے ان ہر چہار امتیازات کے پیش نظر "حد" کی ذیل میں شامل ہوتی ہے۔ اور کسی طرح ہم اسے تعزیر نہیں قرار دے سکتے سزائے رجم (کتاب اللہ) شریعت کی طرف سے معین سزا ہے۔ ثانیاً اگر رجم کو "تعزیر" قرار دیں تو اسے کیفاً اور کماً مائۃ جلدہ سے جو مخالفین کے نزدیک "حد" ہے کم ہونا چاہیئے، لیکن ایسا نہیں۔ ثالثاً۔ اگر محض زانی کے لئے مائۃ جلدہ ہی "حد" ہے۔ تو اسے رجم نہیں کروایا جا سکتا۔ کیونکہ "حد" کے ساتھ کسی اور سزا کا دیا جانا ممتنع ہے۔ امام کو کیا اختیار ہے کہ شریعت کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے اگر کہو۔ سو دُرّوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تغریب عام کے احکام بھی نافذ فرمائے ہیں۔ تو ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ تغریب عام کا حکم بطور سزا نہیں تھا۔ بلکہ مجرم کی سزا اور ذلت میں اس رحمت مجسم کی طرف سے تخفیف کا ذریعہ اور وسیلہ تھا۔ ایک سال کے لئے پہلے ماحول سے دُور کر دینے میں حکمت یہ تھی کہ ایک تو ذلیل فعل کا مرتکب واقف کاروں کے سامنے جرم کے معاً بعد بار بار آنیکی خفت سے بچ جائے اور دوسرے جس لڑکی سے ناجائز تعلق قائم کیا تھا اس کے اقارب کے دست بُرد سے محفوظ کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کا ہر آئینہ امکان ہے۔ کہ وہ کسی وقت طیش میں آکر اس پر حملہ کر دیں۔ رابعاً جن افراد کو آپ نے رجم کروایا کہیں ثابت نہیں۔ کہ آپ نے انہیں دُرّوں کی سزا بھی دی تھی۔ حالانکہ اگر دُرّے محصن کے لئے بھی بطور "حد" کے تھے۔ تو انکا نفاذ بھی ضروری تھا۔ جو نہیں کیا گیا۔ لیکن دوسری طرف محصن مجرم کبھی رجم کی سزا سے بچ نہ سکا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محصن مجرم کے لئے "حد" سو دُرّے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں۔ بلکہ اس کے لئے "حد" رجم ہے۔

مسئلہ رجم کے متعلق مندرجہ بالا بحث ایک خشک اصطلاحی بحث ہے۔ لیکن اگر اسلامی سادگی اور صفائی کو مدِ نظر رکھا جائے۔ تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں راقم الحروف کو اس سے بھی انکار نہیں۔ کہ رجم کی سزا کو "حد" نہیں۔ بلکہ "تعزیر" ہی کا نام دے لیا جائے۔ لیکن ایسی تعزیر جس کے اختیار و ترک کا امام کو اختیار نہ رہے۔ بلکہ ہر محصن مرتکب زنا پر بہر حال اس کا نفاذ کیا جائے۔ کیونکہ ضابطہ شریعت الفاظ و مصطلحات کا نام نہیں۔ بلکہ اس کی حقیقی روح یہ ہے۔ کہ اس کے مفہوموں کا امتثال کیا جائے محصن مرتکب زنا کے لئے اسلام کے تعزیری نظام میں جب رجم کی دفعہ قائم کی گئی۔ تو اس کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ جب بھی ایسا ناپاک انسان عدالت میں پیش ہو۔ جس نے اپنی عفت کو ڈبویا ہو۔ اپنی منکوحہ کی حق تلفی کی ہو۔ دوسرے کی ناموس اس کے ہاتھوں برباد ہوئی ہو۔ تو وہ نالائق اسی قابل ہے۔ کہ رجم کی سزا کا سزاوار ٹھیرے۔ شریعت کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اسے یہ سزا دیتے وقت تم اس سزا کا نام "حد" رکھتے ہو یا "تعزیر" یا تمھاری زبان میں اسے کچھ اور کہتے ہیں۔ اس کے نزدیک تو مجرم کو رجم کی سزا ملنی چاہیئے خواہ کسی نام سے ہو *

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے۔ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں۔ ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے اس لئے اور انہی اغراض کو پورا کرنیکے لئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت کے بند ہوگیا۔ تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو انگریزی کے پیدا ہو جائیں۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سوائے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمھارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کیلئے ہمت کرو خدا تمھارے دل میں القاء کرے۔ کہ یہی وقت ہمت کا ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کِتابُ التّوحید

(بجواب رسالہ)

اثبات التثلیث فی التوحید

عیسائیوں میں سے ایک پادری صاحب نے جن کا نام عبد الحق ہے۔ چار پانچ سال ہوئے۔ ایک رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید نام شائع کیا تھا۔ مگر مجھے اس کے مطالعہ کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا صرف چند روز ہوئے۔ اتفاقاً کسی دوست نے مجھے وہ رسالہ عنایت کیا اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس رسالہ پر مصنف بلکہ پنجاب کے تمام دیسی عیسائیوں کو بہت فخر ہے۔ اس لئے اس کا جواب ضرور شائع ہونا چاہیئے۔

لیکن مَیں نے اُس رسالہ کو بجائے جواب دینے کی نیت کے صرف اس نیت سے بار بار پڑھا کہ اگر اس میں حق کو پیش کیا گیا۔ اور سچ کی تائید کی گئی تو مجھے اُس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور میرا فرض ہوگا۔ کہ بلا تامّل اُس سچائی کو تسلیم کر لوں۔ مگر اُس خدا کو جس کے ہاتھ میں میری جان ہے حاضر و ناظر سمجھ کر اقرار کرتا ہوں۔ کہ یہ رسالہ صداقت اور حق سے بالکل عاری اور خالی ہے۔ اور کوئی بات بھی اُس میں سچّائی اور راستبازی کی تائید میں نہیں۔ صرف باطل اور بے معنی باتوں کو منطق اور فلسفہ کی اصطلاحوں کے پردہ میں مغلق کر کے پیش کیا گیا ہے۔ پس جب مَیں نے اس رسالہ کو حق کے سراسر خلاف اور باطل کا پورا پورا حامی پایا۔ تو مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور درد دل سے دُعا کی کہ الٰہی مجھے توفیق عطا فرما کہ مَیں تیری توحید سے تثلیث کے داغ کو۔ اور تیری ذات واحد سے شرک کے دھبّہ کو دُور کر سکوں۔ سو محض اس ذات واحد کی تائید اور مدد سے اس رسالہ کا جواب لکھتا ہوں۔ وباللّٰہ التوفیق۔

چونکہ پادری صاحب کا رسالہ نہایت مغلق ہے۔ اور باوجود اُردو میں ہونے کے لاکھوں میں سے ایک شخص بھی اُسے نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے مَیں پہلے پادری صاحب کی دلیل لکھوں گا۔ اور پھر اُس کا مطلب اپنے الفاظ میں درج کر کے اُس کا جواب تحریر کروں گا۔ علیہ توکّلت والیہ انیب۔

پادری صاحب نے اپنے رسالہ میں تثلیث فی التوحید کی نو دلیلیں لکھی ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ مَیں سلسلہ واران کی تردید کروں۔ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ناظرین کو عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث فی التوحید کی حقیقت سے آگاہ کروں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عیسائی نہ تو مسلمانوں کی طرح خدا تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ذات کو محض واحد قرار دیتے ہیں۔ اور نہ الگ الگ تین خدا سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ اس بے معنی مفہوم کے قائل ہیں۔ کہ خدا تو ایک ہے۔ مگر اس میں اَبؔ۔ اِبنؔ اور روح القدس نام تین شخصیتیں ہیں۔ جو تینوں کی تینوں ذوی العقول ہیں۔ تینوں اُلوہیت اور صفات کمال میں برابر ہیں۔ مگر تینوں الگ الگ نہیں۔ بلکہ ایک ہی ذات واحد کے تین اقنوم ہیں۔ پس خدا کی ذات واحد ہے۔ مگر اس واحد میں تین اقنوم یعنی تین شخصیتیں ہیں۔ اس لئے وہ نہ محض توحید کے قائل ہیں۔ نہ صرف تثلیث کے۔ بلکہ وہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے مقر ہیں۔ اگر کوئی کہے۔ کہ پھر خدا مرکبّ ہوُا۔ کہ تین اقنوموں سے مل کر بنا ہے۔ تو وہ اس کے بھی منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ نہیں۔ وہ مرکبّ بھی نہیں۔ غرض ایک بے معنی سا مذہب تسلیم کئے بیٹھے ہیں۔ تفصیل کیلئے عیسائیوں کا ایک متفقہ عقیدہ درج کرتا ہوں۔ جو عیسائیوں کے ایک نہایت بزرگ مقدس اتھاناسیس نے مرتب کیا اور آج تک عیدوں اور تمام تقریبوں میں گرجوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

عیسائیوں کا عقیدہ جامع

جو کوئی نجات چاہتا ہو۔ اُس کو سب باتوں سے پہلے ضرور ہے۔ کہ عقیدہ جامعہ رکھے۔ اس عقیدے کو جو کوئی کامل اور بیداغ نگاہ نہ رکھے۔ وہ بیشک ابدی عذاب میں پڑیگا۔ اور عقیدہ جامعہ یہ ہے۔ کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں۔ نہ اقانیم کو ملائیں نہ ماہیت کو تقسیم کریں۔ کیونکہ باپ ایک اقنوم، بیٹا ایک اقنوم اور روح القدس ایک اقنوم ہے۔ مگر باپ بیٹے اور روح القدس کی اُلوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر، عظمت ازلی یکساں۔ جیسا باپ ہے۔ ویسا ہی بیٹا اور ویسا ہی روح القدس ہے۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق، اور روح القدس غیر مخلوق۔ باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود اور روح القدس غیر محدود۔ باپ ازلی، بیٹا ازلی اور روح القدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی۔ اسی طرح تین غیر محدود نہیں اور نہ تین غیر مخلوق۔ بلکہ ایک غیر مخلوق اور ایک غیر محدود۔ اسی طرح باپ قادر مطلق، بیٹا قادر مطلق اور روح القدس قادر مطلق۔ تو بھی تین قادر مطلق نہیں۔ ایسا ہی باپ خدا، بیٹا خدا اور روح القدس خدا۔ تس پر بھی تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک خدا۔ اسی طرح باپ خداوند، بیٹا خداوند اور روح القدس خداوند۔ تو بھی تین خداوند نہیں۔ بلکہ ایک خداوند۔ کیونکہ جس طرح مسیحی عقیدے سے ہم پر فرض ہے کہ ہر ایک اقنوم کو جداگانہ خدا اور خداوند مانیں۔ اسی طرح دین جامع سے ہمیں یہ کہنا منع ہے۔ کہ تین خدا یا تین خداوند۔ باپ کسی سے مصنوع نہیں نہ مخلوق نہ مولود۔ بیٹا اکیلے باپ سے ہے۔ مصنوع نہیں نہ مخلوق پر مولود ہے، روح القدس باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود پر نکلتا ہے۔ پس ایک باپ ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ تین باپ ایک بیٹا ہے نہ تین بیٹے، ایک روح القدس ہے نہ تین روح القدس۔ اور اس تثلیث میں ایک دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں، ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا نہیں۔ بلکہ تینوں اقانیم باہم ازل سے برابر یکساں ہیں۔

اس لئے سب باتوں میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ تثلیث میں توحید کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کرنی چاہیئے۔ (دُعاء عمیم صفحہ ۲۴)

ناظرین یہ ہے۔ عیسائیوں کی تثلیث فی التوحید۔ اسے ہزار بار پڑھ جاؤ۔ کبھی بھی انسانی عقل اس کے مفہوم کو تصور میں نہیں لا سکتی۔ عیسائیو! یا تو مسلمانوں کی طرح صاف اقرار کرو۔ کہ خدا ایک ہے۔ بس قصہ مختصر۔ مگر تم یہ بھی گوارا نہیں کرتے۔ یا صاف صاف کہو۔ کہ تین خدا ہیں۔ مگر تمہیں یہ بھی تسلیم نہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ خدا تو ایک ہے۔ مگر تین افراد سے مل کر بنا ہے۔ اور اس طرح اُسے مرکب قرار دیکر حادث مانو۔ مگر تم اس کے بھی مقر نہیں۔ یا یوں ظاہر کرو۔ کہ خدا ایک ہے۔ مگر صفات اُس میں تین ہیں۔ مگر اس کا بھی تم کو اقرار نہیں۔ کیونکہ صفات تین سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ علیم ہے حکیم بھی ہے، خالق بھی ہے، مالک بھی ہے۔ اور رازق بھی ہے غرضیکہ عقلاً جتنی صورتیں ممکن تھیں۔ وہ سب ہم نے تمہارے سامنے پیش کر دیں۔ مگر تمہیں ان میں سے ایک بھی منظور نہیں۔ تم چاہتے ہو۔ کہ وہ ایک بھی ہو۔ اور تین بھی۔ مگر کیا کریں عقل صحیح اسے دھکے دیتی ہے نقل صحیح اسے رد کرتی ہے۔ علم ریاضی اس کا انکار کرتا ہے۔ انسانی دماغ اُس کا تصور نہیں کرتا۔ ایک بچہ بھی یا ایک کہیگا یا تین۔ وہ کبھی ایک میں تین اور تین میں ایک تسلیم کرنیکے لئے تیار نہیں۔ ذیل میں ہم جنگ مقدس کے مشہور خلائق مباحثہ سے عیسائیوں کے نمائندہ کا اقرار پیش کرتے ہیں۔ کہ اسلامی توحید عقل کے مطابق اور فطرت صحیحہ کے موافق اور سمجھ میں آجانیوالی چیز ہے۔ مگر عیسائی تثلیث نہ کوئی سمجھا ہے نہ سمجھیگا۔ سچ ہے الفضل ماشھدت بہ الاعداء ۔

"آخری عرض یہ ہے۔ کہ مناسب ہے کہ خالق کی ذات شریف مخلوق کی سمجھ میں آوے۔ خدا تعالیٰ جو ہے ذات ہی ذات ہے۔ اور اگر اُس کی ذات پاک کو ہم سمجھ لیں تو پرے کیا رہا۔ ہم اُس کے مساوی ہو گئے؟ بیشک ہو گئے۔ اس لئے میں محمدی وحدانیت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اُسے تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اور عقل تو گواہی دیتی ہے۔ کہ ذات پاک کو اس سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔ آپ کی وحدانیت میں کونسا مسئلہ سمجھ سے باہر ہے۔ گویا محدود نے غیر محدود کو گھیر لیا۔ لیکن کثرت فی الوحدت ایک ایسا مسئلہ ہے۔ کہ نہ اُس کا سمجھنے والا پیدا ہوا۔ نہ ہوگا۔" (دیکھو جنگ مقدس صفحہ ۹۵)

مسلمانو! خدا کا شکر و۔ اور شکر کے سجدے بجالاؤ۔ کہ تمھاری توحید ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اور عیسائیو!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمھارے لئے ماتم کا مقام ہے کہ تمھاری تثلیث فی التوحید کوئی عاقل بالغ بھی سمجھ نہیں سکتا ہے۔ پس انصاف سے بتاؤ۔ کہ فطری اور عالمگیر کونسا مذہب ہؤا۔ اسلام یا عیسائیت؟

اب ذیل میں ہم پادری صاحب کے دلائل ایک ایک کرکے نقل کرکے اُس کا جواب لکھتے ہیں:۔

اللّٰھمّ ارنا الحق حقًّا وارنا الباطل باطلاً۔

الدّلیل الاوّل:۔ "اگر ہر طرح کی کثرت کا مفہوم حادث مانا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ ہر طرح کی وحدت کا مفہوم بھی حادث ہو۔ بیان ملازمت یہ ہے۔ کہ وحدت بمقابلہ کثرت کے ہوتی ہے۔ نہ کہ علیٰحدہ کوئی موجود خارجی۔ کیونکہ کثرت بہ تکرار وحدت اور وحدت بتجزیہ کثرت حاصل ہوتی ہے۔ اور وحدت عام ہے۔ اور کثیر خاص۔ کیونکہ کثیر مجموعہ احاد کا نام ہے۔ یعنی کثیر واحد سے زائد کو کہتے ہیں۔ اور زائد کی زیادتی بعد انتہا کم کے نکلا کرتی ہے۔ پس واحد سے زیادہ کا نام کثیر ہے۔ اور کثیر سے کم کا نام واحد اور جیسے کہ بیشی کے بغیر کمی کا مفہوم کچھ نہیں ویسے ہی بغیر کثرت کے وحدت کوئی شے نہیں۔ وحدت اور کثرت اور فوقیت تحتیت ایسی صفات نہیں جو کہ خارج میں قائم بموصوف ہوں۔ بلکہ یہ مفہومات بہ نسبت یکدگر اور امور اعتباریہ سے متعلق ہیں۔ اور فوقیت بغیر تحتیت اور تحتیت بغیر فوقیت اور اسی طرح کثرت بلا وحدت اور وحدت بلا کثرت کوئی مفہوم ہی نہیں۔ پس اگر ذات واجب تعالیٰ کو ہر طرح کی کثرت کے مفہوم سے خالی مانا جاوے۔ تو بغیر نسبت و تقابل اس سے کسی طرح کی وحدت کیسے منسوب ہوسکتی ہے۔" صفحہ ۴

اس کا مطلب:۔ اس دلیل کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ وحدت کے معنے اور مفہوم میں کثرت کا مفہوم داخل ہے۔ اور کثرت کے مفہوم میں وحدت کا مفہوم شامل ہے۔ تبھی تو وحدت کے معنے اور مفہوم کو ہم نہیں سمجھ سکتے جبتک کثرت کے معنے اور مفہوم کو ہم نہ سمجھ لیں۔ نیز کثرت کے معنے اور مطلب ہمارے ذہن نشین نہیں ہوسکتے جب تک کہ وحدت کا مطلب اور مفہوم ہمارے ذہن نشین نہ ہوجائے۔ کیونکہ وحدت کے معنے ہیں۔ جو کثیر نہ ہو۔ بلکہ کثیر سے کم ہو۔ اور کثیر کے معنے ہیں۔ جو واحد نہ ہو۔ بلکہ واحد سے زیادہ ہو۔ پس واحد پر کچھ زیادتی کرکے کثیر بنایا جاتا ہے۔ اور کثیر میں وہ زیادتی کم کرکے واحد پیدا کیا جاتا ہے۔ پس وحدت کے اندر کثرت اور کثرت کے اندر وحدت کا مفہوم داخل و شامل ہے۔ اس لئے ذات باری میں محض وحدت بغیر کثرت کے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ لازمی اور ضروری ہے۔ کہ اُس ذات پاک میں اگر وحدت ہو تو ساتھ ہی کثرت بھی ہو۔

الجواب الاوّل:۔ اگر وحدت کا مفہوم بغیر کثرت کے سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس لئے ذات باری میں وحدت کے ساتھ لازماً کثرت بھی ہوگی۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پاکیزگی کا مفہوم بغیر ناپاکی کے بھی تصوّر میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ پاکیزگی کے معنے ہیں۔ گناہ گار نہ ہونا۔ اور تقدّس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ عیب دار نہ ہونا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس جب تک گناہ اور عیب کا مفہوم ذہن نشین نہ ہو بے گناہی اور معصومیت اور پاکیزگی اور تقدس کا مفہوم ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی دماغ تقدس کے مفہوم کو تصور میں نہیں لا سکتا۔ جبتک کہ عیب اور معصیت کا تصور نہ کرے۔ کیونکہ تقدس کا کوئی خارجی وجود نہیں۔ بلکہ اُس کے سوائے عیب اور معصیت سے پاک ہونیکے اور کوئی معنے ہی نہیں۔ اور جب تقدس کا مفہوم تصور میں آویگا۔ تو لازماً عیب اور معصیت کا مفہوم بھی تصور میں آویگا۔ اور جیسا کہ وحدت کا تصور بغیر کثرت کے تصور کے ناممکن ہے۔ اسی طرح تقدس کا تصور بغیر عیب اور معصیت کے تصور کے محال ہے۔ اس لئے پادری صاحب کی دلیل اور معیار کے مطابق اگر ذات باری کی وحدت کیلئے ضروری ہے۔ کہ ذات باری میں کثرت بھی ہو۔ تو ذات باری کے تقدس اور پاکیزگی کیلئے یہ بھی اسی طرح لازم اور ضروری ہے۔ کہ تقدس اور پاکیزگی کے ساتھ معصیت اور عیب گناہ اور گندگی بھی اُس ذات اقدس واطہر میں ہو۔ تعالی اللہ عما یصفون۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ۔

ناظرین! ہم نے اس جواب میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی۔ بلکہ پادری صاحب کی منطق سے کام لیا ہے۔ کیونکہ پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ وحدت کے مفہوم میں کثرت کا مفہوم داخل ہے۔ اس لئے وحدت جہاں ہوگی۔ وہاں کثرت بھی ہوگی۔ بدیں وجہ خدا کی ذات میں وحدت کے ساتھ کثرت بھی ہے۔ ہم اس منطق سے کہتے ہیں۔ کہ پھر عیسائیوں کے خدا میں تقدس اور پاکیزگی کے ساتھ عیب اور معصیت بھی ہوگی۔ کیونکہ تقدس کے مفہوم کیلئے عیب اور معصیت کا مفہوم لازم وملزوم ہے۔ اور اگر کہو کہ تقدس اور عیب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تقدس کے معنے ہیں۔ عدم عیب اور عیب کے معنے ہیں۔ عدم تقدس۔ اس لئے وہ دونو ایک ذات میں نہیں پائے جا سکتے۔ تو بعینہٖ یہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لو۔ کہ وحدت کے معنے ہیں یکتائی۔ یعنی عدم دوئی وعدم کثرت۔ اور کثرت کے معنے ہیں عدم یکتائی۔ پس وہ بھی دو تو ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور اگر خدا کی ذات میں اس لئے وحدت اور کثرت کو جمع کرو گے۔ کہ وحدت اور کثرت آپسمیں متقابلین ہیں۔ تو پھر تقدس اور معصیت اور پاکیزگی اور ناپاکی کو بھی ذات باری میں جمع کرو۔ کیونکہ تقدس اور عیب بھی آپسمیں متقابلین ہیں۔ پس پادری صاحب کی دلیل سے اگر اللہ تعالیٰ محض واحد نہیں۔ بلکہ کثیر بھی ہے۔ تو اُسی دلیل سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ محض پاک بھی نہ رہیگا بلکہ علاوہ پاکیزگی کے معصیت بھی اُس کی ذات میں تسلیم کرنا پڑیگی۔ اور جس دلیل سے خدا تعالیٰ ناپاک ٹھیرتا ہے۔ وہ دلیل خود ناپاک ہے۔ اور اُس کا پیش کرنا بھی ناپاکی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس گستاخی سے بچائے۔ آمین ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الثانی :- جس طرح وحدت کے مفہوم کیلئے کثرت کا مفہوم ضروری ہے۔ اسی طرح علم کے مفہوم کیلئے جہالت کا مفہوم بھی لازمی ہے۔ کیا پادری صاحب علم کا مطلب اور مفہوم کسی شخص کے دماغ میں ڈال سکتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ اُس کے متقابل یعنی جہالت اور عدم علم کا مفہوم اُس کے دماغ میں جاگزین کر سکیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ علم کے معنے ہیں جہالت یعنی ناواقفیت کا دُور ہونا۔ اسی طرح جہالت کے مفہوم کیلئے علم کا مفہوم ضروری ہے۔ یعنی جہالت کے مفہوم کے لئے علم کا مفہوم لازم پڑا ہُوا ہے۔ کیونکہ جہالت کہتے ہیں۔ ناواقفی کو یعنی واقفی کا نہ ہونا۔ اور واقفی کے معنے علم کے ہیں۔ پس جہالت کا مفہوم یہ ہُوا۔ کہ علم نہ ہونا۔ غرض جس طرح وحدت اور کثرت آپس میں متقابلین ہیں۔ اسی طرح علم اور جہالت کا حال ہے کہ وہ ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔ پس پادری صاحب کی دلیل کے مطابق کہ اگر ذات باری میں وحدت ہو تو لازماً کثرت بھی ہوگی۔ اس لئے خدا واحد فی الکثیر ہے۔ اسی طرح بعینہٖ یہ بھی پادری صاحب کو ماننا پڑیگا کہ چونکہ علم بغیر جہالت کے کوئی مفہوم نہیں رکھتا۔ اس لئے اگر ذات باری میں علم ہے اور وہ علیم ہے تو لازماً اُس میں جہالت بھی ہوگی۔ اور وہ معاذ اللہ جاہل بھی ہوگا۔ اور بقول عیسائیوں کے وہ علیم فی الجہالت اور جاہل فی العلم کہلائیگا۔ معاذ اللہ کیسا کفر یہ کلمہ ہے۔ کہ تصور ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے سچ ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔

الجواب الثالث :- یہ الزامی جواب بہت سے الزامی جوابوں کا مجموعہ ہے۔ ناظرین غور سے پڑھیں۔ اور لُطف اُٹھائیں۔ مَیں پادری عبد الحق صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ جس طرح وحدت کیلئے کثرت کا مفہوم اور کثرت کیلئے وحدت کا مفہوم ضروری ہے۔ اور وحدت و کثرت دو تو آپس میں متقابل اور نسبتی امور ہیں۔ اسی طرح قدامت اور حدوث بھی متقابل اور نسبتی امر ہیں۔ اور قدامت کے مفہوم کیلئے حدوث اور حدوث کے مفہوم کیلئے قدامت لازم ہے۔ نیز لطافت کے مفہوم کیلئے کثافت اور کثافت کیلئے لطافت کا مفہوم ضروری ولابدی ہے۔ نیز وجود کے مفہوم کیلئے عدم اور عدم کے مفہوم کیلئے وجود لازم و ملزوم ہیں اسی طرح وجوب کیلئے امکان اور امکان کیلئے وجوب ملازمت رکھتا ہے۔ پھر اور سُنئے۔ قدرت کے مفہوم کیلئے ضعف اور ضعف کے مفہوم کیلئے قدرت کا مفہوم لابد اور لازم ہے۔ مزید برآں زندگی کے لئے موت کا مفہوم اور موت کیلئے زندگی کا مفہوم نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے پادری صاحب کی منطق کو استعمال کیا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ چونکہ وحدت خارج میں کوئی مستقل وجودی چیز نہیں بلکہ امور اعتباریہ سے ہے۔ اور کثرت کے مفہوم کے بغیر اس کا کوئی مفہوم تصور میں نہیں آسکتا۔ اس لئے ذات باری میں وحدت ہے تو کثرت بھی ہوگی۔ اسی طرح قدامت۔ لطافت۔ وجود۔ وجوب۔ قدرت اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندگی یہ سب کے سب خارج میں مستقل علیحدہ وجود نہیں رکھتے۔ اور حدوث۔ کثافت۔ عدم۔ امکان ضعف اور موت کے مفہوم کے بغیر انکا کوئی مفہوم تصوّر میں نہیں آسکتا ہے۔ اس لئے ذات باری میں اگر قدامت۔ لطافت۔ وجود۔ وجوب۔ قدرت اور حیات ہیں۔ تو لازماً ساتھ ہی اس پاک ذات میں حدوث کثافت۔ عدم۔ امکان۔ ضعف اور موت بھی ہونگے۔ پنجاب کے عیسائیو! یہ ہے۔ پادری عبدالحق کی دلیل۔ کیا تم اس سے متفق ہو؟ کیا تمہارا بھی یہی مذہب ہے؟ کہ اگر خدا قدیم ہے۔ تو حادث بھی ہے۔ لطیف ہے تو کثیف بھی ہے۔ واجب الوجود ہے تو ممکن الوجود بھی ہے۔ قدیر ہے تو ضعیف بھی ہے۔ زندہ ہے تو موت بھی اس کی گھات میں لگی ہوئی ہے؟

اگر یہی تمہارا مذہب ہے۔ تو یاد رکھو پھر خدا خدا نہیں رہیگا۔ لیکن اگر تمہارا یہ مذہب نہیں۔ بلکہ تم خدا کو قدیم بغیر حادث ہونے کے۔ لطیف۔ بغیر کثافت کے۔ موجود۔ بغیر معدوم ہونے کے واجب۔ بغیر امکان کے۔ قادر۔ بغیر ضعف اور زندہ۔ بغیر موت کے مانتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ پھر تم کو اسے واحد بغیر کثرت کے ماننا پڑیگا۔ اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ اور یہی حق ہے۔ مگر پھر تم کو عیسائیت چھوڑنی پڑیگی۔ لیکن اگر تم اسے واحد بھی اور کثیر بھی مانوگے۔ تو یاد رکھو کہ پھر تمہیں پادری عبدالحق کی طرح خدا کو وحدت و کثرت ہی کا جامع نہیں ماننا پڑیگا۔ بلکہ حدوث و قدامت۔ کثافت و لطافت۔ وجوب و امکان۔ وجود و عدم۔ قدرت و ضعف۔ اور حیات و موت سب کا جامع ماننا پڑیگا۔ اِس لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تم ساری جامعیتیں چھوڑ دو۔ اور خدا کو محض واحد مانو۔ اور اس کی ذات میں کسی کثرت کا تصوّر نہ کرو۔ اور یہی بائیبل کی تعلیم ہے:۔

"اے اسرائیل سُن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مرقس $\frac{12}{29}$)

الجواب الرابع:۔ اس میں کوئی نیا نقطۂ نظر پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ پہلے جوابوں ہی کو ایک لطیفہ کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ سُنو! اگر وحدت کے مفہوم کے لئے کثرت ضروری ہے۔ اور کثرت کے لئے وحدت کا مفہوم لابدی ہے۔ اور یہ دونو باہم نسبتی اور متقابل امر ہیں۔ کیونکہ وحدت کے معنے ہیں کثیر کا جزء۔ اور کثیر کے معنے وحدت سے زائد کے ہیں۔ تو یاد رکھو۔ اسی طرح خاوند اور بیوی ہونا دو متقابل اور نسبتی امر ہیں۔ کیونکہ خاوند کے معنے ہیں۔ بیوی کو نکاح کی قید میں لانیوالا۔ اور بیوی کے معنے ہیں۔ خاوند کی قید نکاح میں آنیوالی۔ پس خاوندیت یعنی خاوند ہونا۔ کوئی مستقل خارجی امر نہیں۔ بلکہ اعتباری امر ہے۔ اسی طرح بیوی ہونا کوئی مستقل خارجی امر نہیں۔ بلکہ وہ بھی کثرت و وحدت کی طرح اعتباری امر ہے۔ اس لئے جس طرح متقابل اور نسبتی امر ہونے کی وجہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ذات باری میں وحدت کیلئے کثرت کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح کل پادری عبدالحق صاحب فرمائینگے۔ کہ زید ہندہ کا خاوند ہے۔ اور خاوند کے مفہوم کیلئے بیوی کا مفہوم لازمی ہے۔ اس لئے زید کے وجود میں اگر خاوندیت یعنی خاوند ہونا ہے۔ تو لازماً بیوی ہونا بھی ہے۔ اور اسی طرح زید نہ صرف خاوند ہی ہے۔ بلکہ بیوی بھی ہے۔ اسی طرح چونکہ بیوی کے مفہوم میں خاوند کے مفہوم کا بھی دخل ہے اور دونو نسبتی امور ہیں۔ اس لئے ہندہ میں اگر زید کی بیوی ہونا پایا جاتا ہے۔ تو ساتھ ہی وہ خاوند بھی ہے۔ کیونکہ میاں بیوی دو متقابل مفہوم ہیں۔ عیسائیو! بتاؤ کہ کیا ایک شخص خاوند اور بیوی ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر ایک ہی ذات کو وحدت و کثرت کا جامع کیوں قرار دیتے ہو۔

الجواب الخامس:۔ پادری عبدالحق صاحب کے نزدیک جو رشتہ کثرت اور وحدت میں ہے۔ بعینہٖ وہی طاق اور جفت میں ہے۔ اور وہ بقول پادری صاحب یہ ہے۔ کہ وحدت مع شئے زائد کثرت ہوتی ہے۔ اور کثرت بعد منہائی زیادت وحدت ہوتی ہے۔ اور یہی تعلق جفت اور طاق میں ہے۔ یعنی جفت مع شئے زائد طاق اور طاق بعد منہائی زیادت جفت مثلاً چار کا عدد مع شئے زائد (مثلاً وحدت) کے پانچ اور پانچ بعد منہائی زیادت یعنی وحدت کے چار۔ نیز طاق مع زیادت جفت اور جفت بعد منہائی زیادت طاق ہوتا ہے۔ مثلاً سات کا عدد زائد کی زیادت سے آٹھ اور آٹھ کا عدد بعد منہائی زیادت سات بنتا ہے۔ پس اگر اس تعلق کی وجہ سے کہ جہاں وحدت ہوگی۔ کثرت بھی پائی جاویگی۔ اس لئے ذات باری میں وحدت کے ساتھ کثرت بھی شامل ہے۔ تو ضروری ہوگا۔ کہ ہر طاق عدد لازماً جفت بھی ہو اور ہر جفت عدد لازماً طاق بھی۔ مثلاً ۵ کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ صرف طاق نہ ہو۔ بلکہ جفت بھی ہو۔ اور آٹھ کے لئے لازمی ہے۔ کہ وہ صرف جفت ہی نہ ہو۔ بلکہ طاق بھی ہو۔ مگر کیا یہ غلط نہیں ہے۔ اور کیا جو عدد جفت ہو۔ وہ کبھی طاق ہو سکتا ہے۔ اور کیا جس پر طاق کا اطلاق ہوتا ہے اُسے جفت کہہ سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اور ایک پرائمری کا طالب علم بھی یہ سمجھتا ہے۔ کہ طاق اور جفت دو متضاد مفہوم ہیں۔ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پس جب طاق باوجود جفت کی جزء ہونیکے جفت نہیں۔ اور نیز جفت باوجود طاق کا حصہ ہونیکے طاق نہیں۔ تو ذات باری تعالیٰ کا وجود واحد ہو کر کثیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

الجواب السادس:۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ وحدت کو کثرت اور کثرت کو وحدت لازم ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ کہ لفظ وحدت یعنی و۔ ح۔ د۔ ت۔ کو لفظ کثرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی۔ک۔ث۔ر۔ت۔ لازم ہیں۔ یعنی جہاں پر لفظ وحدت ہوگا۔ تو لازماً لفظ کثرت بھی لکھا ہوا یا بولا ہوا پایا جائیگا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے۔ کہ چونکہ وحدت کثیر کا جزء ہے۔ اور کثیر مجموعہ احاد کو کہتے ہیں۔ اس لئے کثرت اور وحدت لازم و ملزوم ہیں۔ یہ اصول اگر صحیح ہو۔ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ کثرت تو ایک لفظ ہے۔ اہل علم لفظ کو مدّنظر نہیں رکھتے۔ بلکہ اُس کے مفہوم کو دیکھا کرتے ہیں مثلاً مسلمان سُؤر کو حرام سمجھتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ لفظ سُؤر حرام ہے۔ اور سُؤر کا لفظ یعنی۔ س۔و۔ر۔ کو ملا کر کھانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ س۔و۔ر حرف ہیں۔ اور حرف آواز ہوتے ہیں۔ اور آواز کھائی نہیں جاسکتی۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ سُؤر جس چیز کا نام اور جس جانور کو سُؤر کہتے ہیں۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ یہ معنے بے شک ٹھیک ہونگے۔ کیونکہ وہ چیز کھائی جاسکتی ہے۔ اور اُس میں نجاست اور گندگی اور نقصانات ہیں۔ نہ لفظ سُؤر میں۔ اسی طرح پادری صاحب کا یہ کہنا۔ کہ وحدت جہاں ہوگی۔ وہاں کثرت بھی ہوگی۔ اس کا مطلب بھی کثرت سے لفظ کثرت یعنی۔ک۔ث۔ر۔ت نہیں بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ جس ذات میں وحدت کا مفہوم ہوگا۔ یعنی جو چیز واحد اور یکتا اور اکیلی ہوگی لازمی ہے۔ کہ وہی کثیر بھی ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ اس میں صرف وحدت یعنی ایک ہونا ہی ہو۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ جس طرح وہ ایک ہے۔ اسی طرح وہ ایک سے زیادہ بھی ہو۔ اس لئے خدا جہاں واحد ہے۔ وہاں وحدت کے علاوہ کثرت یعنی تین شخصیتیں یا بلفظ دیگر تین اقنوم بھی رکھتا ہے۔ مگر یہ اصول اس لئے غلط ہے۔ کہ پہلے وحدت کا مفہوم سوچو پھر کثرت کا۔ سو جاننا چاہیئے کہ وحدت کے معنے ہیں۔ ایک ہونا۔ اور کثیر معنے ہیں۔ ایک سے زیادہ ہونا۔ اب ایک سے زیادہ ہونے پر غور کرو۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ سو اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ ایک سے زیادہ ہونے کے معنے صرف تین ہونا نہیں۔ بلکہ ایک سے زیادہ کے معنے ہیں۔ دو ہونا تین ہونا۔ چار ہونا۔ پانچ ہونا۔ چھ ہونا۔ سات ہونا۔ آٹھ ہونا۔ نو ہونا۔ دس ہونا۔ اور یہ سلسلہ لا انتہا ہے۔ کیونکہ کوئی عدد آخری نہیں۔ پس کثرت تو ایک لفظ ہے۔ اور وحدت کا مفہوم کثرت کے مقابلہ میں نہیں۔ بلکہ کثرت کے مفہوم کے مقابلہ میں ہے۔ اور کثرت کا مفہوم دو سے لیکر الیٰ مالانہایہ ہے۔ اور چونکہ بقول پادری صاحب وحدت کے لئے کثرت لازمی ہے۔ اور معلوم ہوچکا ہے۔ کہ کثرت دوؔ سے بے شمار اعداد تک کا نام ہے۔ اس لئے ثابت ہُوا۔ کہ وحدت کو دوؔ۔ تین۔ چار۔ پانچ سے لیکر لا انتہا تک سب عدد لازمی ہیں۔ اس لئے اگر ذات باری میں وحدت ہے۔ تو باصول پادری صاحب اس میں دوؔ سے لیکر لا انتہا عدد تک سارے عدد پائے جانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چاہییں۔ پس اس طرح ذات باری میں وحدت اور تثلیث ہی نہیں۔ بلکہ علاوہ وحدت کے تثنیہ تثلیث تربیع۔ تخمیس۔ تسدیس۔ تسبیع وغیرہ وغیرہ لاانتہاء اقانیم ہونے چاہئیں۔ اور اس طرح اگر توحید باطل ہوتی ہے۔ تو ساتھ ہی تثلیث بھی جڑ سے اکھڑ جاوے گی۔

ناظرین! یہ دلیل نہایت واضح اور نہایت مضبوط ہے۔ اور اسے کوئی پادری توڑ نہیں سکتا۔ آپ لوگ پادری عبدالحق سے پوچھیں۔ کہ آپ جو کہتے ہیں۔ کہ وحدت کو کثرت لازم ہے۔ یہاں کثرت سے مراد کیا لفظ کثرت ہے یا مفہوم کثرت۔ تو پادری صاحب لازماً یہی جواب دینگے۔ کہ مفہوم کثرت۔ پھر اُن سے پوچھیں کہ کثرت کا مفہوم کیا ہے؟ وہ کہیں گے۔ کہ دو سے لیکر لاانتہاء تک ہونا۔ جب وہ یہ جواب دیں۔ تو بڑے ادب سے ان کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ وحدت کے لئے کثرت لازم ہے۔ اور کثرت کے معنے دو سے الیٰ غیر نہایہ ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وحدت کے لئے دو سے لاانتہاء تک تمام اعداد لازمی ہیں۔ اور بقول آپ کے اگر ذات باری میں وحدت ہے۔ تو کثرت بھی ہے یعنی دو سے لاانتہاء تک سب اعداد اُس میں جمع۔ پس ذات واحد باری تعالیٰ میں تین اقنوم نہ ہوئے بلکہ لاانتہاء اقنوم ہوئے۔ اور اس طرح تثلیث کا اونچا منارہ یکدم نیچے آگریگا۔ اور اُسے گرانا ہی ہمارا مقصود تھا۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔

الجواب السابع:۔ جو نسبت اور تعلق پادری صاحب کے نزدیک وحدت اور کثرت میں ہے۔ وہی تعلق تین۳ اور چھ۶ میں ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جو دلیل پادری صاحب نے وحدت اور کثرت کے تعلق کو ثابت کرنے کے لئے دی ہے۔ بعینہٖ وہی دلیل اُنہیں کے الفاظ میں تین۳ اور چھ۶ کے تعلق کو بھی ثابت کرتی ہے۔

ناظرین! ذرا توجہ سے کام لیں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ کیا لُطف آتا ہے۔ پہلے پادری صاحب کے الفاظ کو پڑھو۔ اور پھر اُنہیں الفاظ میں بجائے وحدت و کثرت کے تین۳ اور چھ۶ کے الفاظ رکھ کر ساری عبارت کو پڑھو۔ پادری صاحب فرماتے ہیں:۔

> "وحدت بمقابلہ کثرت کے ہوتی ہے۔ نہ کہ علیحدہ کوئی موجود خارجی۔ کیونکہ کثرت بتکرار وحدت اور وحدت بہ تجزیہ کثرت حاصل ہوتی ہے۔ اور وحدت عام ہے۔ اور کثیر خاص۔ کیونکہ کثیر مجموعہ احاد کا نام ہے۔ یعنی کثیر واحد سے زائد کو کہتے ہیں۔ اور زائد کی زیادتی بعد انتہاء کم کے نکلتی ہے۔ پس واحد سے زیادہ کا نام کثیر ہے۔ اور کثیر سے کم کا نام واحد۔ اور جیسے کہ بیشی کے بغیر کمی کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مفہوم کچھ نہیں ویسے ہی بغیر کثرت کے وحدت کوئی شے نہیں۔"

اب اس عبارت میں وحدت کی جگہ تین اور کثرت کی جگہ چھ رکھ کر پڑھو تو عبارت یوں بنے گی:۔
تین بمقابلہ چھ کے ہوتے ہیں۔ نہ کہ علیحدہ کوئی موجود خارجی۔ کیونکہ چھ بتکرار تین ہیں اور تین بہ تجزیہ چھ حاصل ہوتے ہیں۔ اور تین عام ہیں۔ اور چھ خاص۔ کیونکہ چھ مجموعہ تین (یعنی دو دفعہ تین) کا نام ہے یعنی چھ تین سے زائد کو کہتے ہیں۔ اور زائد کی زیادتی کم کے منہا کرنے کے بعد نکلا کرتی ہے۔ پس تین سے زیادہ کا نام چھ ہے۔ اور چھ سے کم کا نام تین اور جیسے کہ بیشی کے بغیر کمی کا مفہوم کچھ نہیں۔ ویسے ہی بغیر چھ کے تین کوئی شے نہیں۔

ناظرین! دیکھا آپنے کہ جس دلیل سے پادری صاحب نے وحدت کے لئے کثرت اور کثرت کے لئے وحدت لازم قرار دی تھی۔ اسی دلیل سے چھ کے لئے تین اور تین کے لئے چھ کا ہم نے لازم ہونا ثابت کر دیا۔ اور اگر پادری صاحب کا یہ نتیجہ کہ ذات باری میں وحدت ہے تو کثرت بھی ہو گی۔ درست ہے۔ تو پھر انہیں یہ نتیجہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ ذات باری کے اقانیم میں اگر تثلیث یعنی تین ہوتا ہے۔ تو لازماً تسدیس یعنی چھ ہونا بھی ہے۔ پس آج سے بجائے تین کے ذات باری کے چھ اقنوم تسلیم کرنے پڑینگے۔ حالانکہ یہ عیسائیوں کو مسلّم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب کا طرز استدلال درست نہیں۔ کیونکہ اس سے ذات باری کی وحدت ہی مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ اقانیم متبرکہ و مقدسہ کی تثلیث بھی اڑ جاتی ہے۔ ناظرین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پادری صاحب کا طریق استدلال یہ تھا۔ کہ وحدت چونکہ کثرت کا حصہ ہے۔ اور کثرت چونکہ وحدت کا مجموعہ ہے۔ اس لئے وہ دو تو لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے لازماً وہ ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونگے۔ تو ہم نے بعینہٖ اس دلیل سے ثابت کر دیا کہ تین چونکہ چھ کا حصہ ہیں اور چھ چونکہ تین کا مجموعہ ہیں۔ اس لئے وہ دو تو لازم و ملزم ہیں۔ اور اس لئے لازماً وہ ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونگے۔ لہٰذا اقانیم مقدسہ کی تثلیث کے ساتھ ان کی تسدیس کو تسلیم کرو۔ حالانکہ عیسائی اسے کفر سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ کفر پادری صاحب کی اپنی تسلیم کردہ دلیل سے لازم آتا ہے۔ اور جو دلیل کفر کو مستلزم ہو وہ خود کفر ہوتی ہے۔ امید ہے۔ کہ آئندہ پادری عبد الحق صاحب اس کفریہ دلیل کے پیش کرنے سے توبہ کرینگے۔ خدا ان کو توفیق دے۔ آمین ؛

الجواب الثامن:۔ پادری صاحب نے لکھنے کو تو یہ اصول لکھدیا ہے۔ کہ وحدت اور کثرت نسبتی امر ہیں۔ اس لئے ذات باری میں جہاں وحدت ہے وہاں کثرت بھی ہے۔ مگر یہ امر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود ان کے اور باقی تمام عیسائیوں کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اور جس تثلیث کو ثابت کرنے کے لئے یہ اصول تراشا گیا تھا۔ اُسی میں اس اصول کو بالکل توڑ دیا گیا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ پادری صاحب کا اصول یہ ہے کہ چونکہ وحدت اور کثرت لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جہاں وحدت ہوگی۔ کثرت بھی ہوگی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ جس قسم کی وحدت ہوگی۔ اُسی قسم کی کثرت بھی ہوگی۔ اور جس قسم کی کثرت ہوگی۔ اسی قسم کی وحدت بھی ہوگی۔ اب یہ اصول لکھنے کو تو پادری صاحب نے لکھدیا ہے۔ مگر جب توحید فی التثلیث کے مسئلہ پر چسپاں کرنے لگے۔ تو اسے بالکل چھوڑ دیا۔ کیونکہ وحدت تو خدا کی ذاتی مانتے ہیں مگر کثرت ذاتی نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ تین خدا تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر باری تعالیٰ میں وحدت ذاتی ہے۔ تو کثرت بھی ذاتی تسلیم کریں۔ اور تین خداؤں کے وجود کے قائل ہوں۔ اسی طرح وہ ذات باری میں اقانیم کی کثرت مانتے ہیں۔ اور چونکہ کثرت کو وحدت لازم ہے۔ اس لئے جہاں وہ اقانیم کی کثرت مانتے ہیں۔ وحدت بھی اقانیم ہی کی مانیں۔ یعنی تسلیم کریں۔ کہ اقنوم بھی ایک ہے۔ مگر یہ ان کا مذہب نہیں۔ بلکہ وہ اقانیم میں صرف کثرت تسلیم کرتے ہیں۔ اور اقنوموں کی یکتائی کے وہ قائل نہیں۔ اور اس طرح ان کا اپنا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بقول پادری صاحب وحدت کو کثرت لازم ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ ذات باری میں جس قسم کی وحدت ہے۔ اسی قسم کی کثرت بھی ہو۔ اور جس قسم کی کثرت ہے۔ اسی قسم کی وحدت بھی پائی جائے کیونکہ ان کا اپنا تراشیدہ اصول یہ ہے۔ کہ وحدت الٰہی کثرت اور کثرت الٰہی وحدت لازم و ملزوم ہیں۔ مگر توحید فی التثلیث جس کے لئے یہ اصول باندھا گیا۔ اسی میں اس اصول کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ جو وحدت ذات باری تعالیٰ میں عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ یعنی ذاتی وحدت اُس کے مقابل تو صرف ذاتی کثرت ہے۔ مگر وہ اس کو کفر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ پیش کردہ اصول کے لحاظ سے تو ضروری ہے۔ کہ وحدت کے مقابلہ میں کثرت ذاتی ہو نہیں۔ دیکھو عیسائیو! کس طرح تم نے وہ اصول جو تثلیث کے ثبوت کیلئے تیار کیا تھا۔ خود تثلیث کے مسئلہ ہی میں آکر توڑ دیا۔ اسی طرح لازم و ملزوم ہونے کی وجہ سے چاہیئے تھا۔ کہ جس قسم کی کثرت باری تعالیٰ میں تم تسلیم کرتے ہو۔ اس کے مقابلہ کی وحدت کا بھی اقرار کرو۔ مگر تم یہاں بھی اپنے اصول کو چھوڑتے ہو۔ کیونکہ تم ذات باری میں ذاتی کثرت نہیں مانتے۔ بلکہ اقنومی کثرت کے قائل ہو۔ اور چونکہ بقول تمھارے کثرت کے مقابلہ میں وحدت ہوتی ہے۔ اور کثرت اقنومی ہے۔ اس لئے لازمی ہے۔ کہ

م خدا تعالیٰ کے وجود میں پائی جاوے مگر وہ کہتے ہیں۔ کہ نہیں نہیں۔ وحدت تو ذاتی ہے۔ مگر کثرت ذاتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذات باری میں وحدت بھی اقنومی ہو۔ مگر تم اس کے منکر ہو۔ کیونکہ تمہارا مذہب ہے۔ کہ خدا میں اقانیم کی کثرت ہے۔ اقانیم کی وحدت نہیں۔ پس تم نے نہ کثرت کے معاملہ میں اپنا اصول قائم رکھا۔ اور نہ وحدت کے معاملہ میں۔ اور یہ عجیب دیانت ہے۔ کہ جس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے تم نے لازم و ملزوم والا اصول بنایا۔ اُسی مسئلہ میں اس اصول کو دو دفعہ توڑا۔ اور اگر کہو۔ کہ مطلق وحدت کے لئے مطلق کثرت کافی ہے۔ خواہ وہ کسی حیثیت سے ہو۔ تو اوّل تو اس سے تمہارا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ لازم و ملزوم کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہر وحدت کے مقابلہ میں اُسی قسم کی کثرت ہونی چاہیئے۔ نیز ہر قسم کی کثرت کے مقابلہ میں اُسی قسم کی وحدت ہونی چاہیئے۔ مگر ایک منٹ کے لئے تمہاری یہ بے معنے بات تسلیم بھی کریں۔ کہ وحدت تو ذاتی ہے۔ مگر کثرت ذاتی نہیں۔ بلکہ اقانیم کی ہے۔ تو ہم تم سے یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ پھر اتنی دردسری کی کیا ضرورت ہے۔ مسلمان بھی تو خدا میں ذات کے لحاظ سے وحدت اور صفات کے لحاظ سے کثرت مانتے ہیں۔ پھر خواہ مخواہ لمبی چوڑی بحثوں اور اقانیم کے فارمولے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر حیثیتوں کا مدّ نظر رکھنا ضروری نہیں۔ تو معاملہ صاف ہے۔ مسلمانوں کا مذہب ہی کیوں نہیں اختیار کر لیتے۔ کہ خدا میں ذات کے لحاظ سے وحدت ہے۔ یعنی وہ ذات پاک واحد ہے۔ ہاں صفات کے لحاظ سے اُس میں کثرت ہے۔ یعنی وہ واحد علیم بھی ہے حکیم بھی ہے۔ قدیر بھی ہے۔ قدوس بھی ہے مالک بھی ہے۔ خالق بھی ہے۔ یعنی بیسیوں اُس کی صفات ہیں۔ پس وحدت و کثرت دو نو حاصل ہو گئیں۔ خواہ مخواہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے گورکھ دھندے کے بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

ناظرین! میرے نزدیک یہ جرح عیسائیوں کے لئے لاجواب ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ جب کوئی منطقی عیسائی ملے۔ تو اُس سے دو سوال کریں۔ ایک یہ کہ اُس سے پوچھیں کہ ذات باری میں وحدت ذاتی ہے یا صفاتی۔ وہ کہے گا۔ اور کہنے پر مجبور ہو گا۔ کہ وحدت ذاتی ہے۔ تو اُس سے کہو۔ کہ چونکہ تمہارے پادری عبدالحق صاحب کا یہ اصول ہے۔ کہ وحدت کو کثرت لازم ہے۔ اس لئے خدا میں کثرت ذاتی بھی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وحدت و کثرت لازم و ملزوم ہیں۔ جس قسم کی وحدت ہو گی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

.. .. اُس کے مقابلہ میں اُسی قسم کی کثرت بھی لازمی ہے۔
پس خدا بھی تین ہوئے۔ مگر تمھیں یہ بھی مسلّم نہیں۔

پھر دوسرا سوال اُس سے یہ کریں۔ کہ خدا میں اقانیم کی کثرت ہے یا نہیں۔ تو وہ کہے گا۔ اور اُسے کہنا پڑے گا۔ کہ ہاں اقانیم کی اُس میں کثرت ہے تو اُس سے کہو۔ کہ چونکہ کثرت کے لئے وحدت لازمی ہے۔ اور جس قسم کی کثرت ہوگی۔ وحدت بھی اُس کے مقابلہ میں ہوگی۔ اور چونکہ اقانیم کی کثرت تمھارا مذہب ہے۔ اس لئے وحدت بھی اقنومی ہوگی۔ یعنی ذات باری تعالیٰ میں اقنوم بھی ایک ہی ہوگا۔ اور اگر وہ کہے۔ کہ نہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ وحدت کے مقابلہ میں اُسی قسم کی کثرت بھی ہو۔ یا کثرت کے مقابلہ میں اُسی قسم کی وحدت بھی ہو اس لئے ذات کے لحاظ سے خدا تعالےٰ واحد اور اقانیم کے لحاظ سے وہ کثیر ہے۔ تو اُس کو کہو۔ کہ گو اس جواب سے تمھارا اصول ٹوٹ گیا۔ کیونکہ تقابل کے لئے ضروری ہے۔ کہ وحدت ذاتی ہو۔ تو کثرت بھی ذاتی ہی ہو۔ اور کثرت اقانیمی ہو۔ تو وحدت بھی اقانیمی ہی ہو۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانا جائے۔ بلکہ یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ وحدت ذاتی بغیر کثرت ذاتی کے پائی جا سکتی ہے۔ تو فوراً تمھارا اصول ٹوٹ جائے گا۔ کہ وحدت بمقابلہ کثرت کے ہے۔ مگر چلو تھوڑی دیر کے لئے ہم تمھاری یہ بات مان لیتے ہیں۔ کہ وحدت اور قسم کی اور کثرت اور قسم کی ہو سکتی ہے۔ تو ہم مسلمانوں کے مذہب پر کیا اعتراض؟ ہم بھی تو باری تعالیٰ کی ذات میں وحدت اور صفات میں کثرت تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر تم کیوں اس صاف مسئلہ کو چھوڑ کر بجائے صفات کے اقانیم کی کثرت کو دنیا سے منواتے ہو۔ کیونکہ صفات کی کثرت تو ہمارے مشاہدہ میں ہے۔ ہم قانون قدرت پر نظر کرکے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اس عالم کا بنانے والا مدبّر بھی ہے۔ رحیم بھی ہے۔ قادر بھی ہے خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے۔ اور چونکہ یہ تمام کارخانہ یکسوئی سے چل رہا ہے اس لئے وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ایک بھی ہے۔ مگر قانون قدرت میں اقانیم کا کوئی ظہور نہیں۔ بلکہ چاروں طرف اُس کے صفات شتی ہی بے شک جلوہ گر ہیں۔ پس وحدت ذاتی کے ساتھ کثرت صفات کافی ہے۔ اقانیم کی وہمی غیر معلوم کثرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا کیا ثبوت۔

خلاصہ اس دلیل کا یہ ہے۔ کہ اگر کسی وجود میں وحدت کے پائے جانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ کثرت بھی اُس میں ہو۔ تو لازم آئے گا۔ کہ چونکہ خدا ذات میں واحد ہے۔ اس لئے وہ ذات ہی میں کثیر ہو۔ اور اس طرح بجائے ایک خدا کے تین خدا ہو جائیں گے۔ مگر عیسائیوں کو یہ عقیدہ مسلّم نہیں۔ نیز چونکہ کثرت کے لئے وحدت لازمی ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ اگر اقانیم میں کثرت ہے۔ تو اقانیم ہی میں وحدت بھی ہو۔ یعنی اقنوم تین نہ ہوں۔ بلکہ ایک ہو۔ مگر یہ عقیدہ بھی عیسائیوں کو تسلیم نہیں۔ کیونکہ وہ اقنوموں میں وحدت کے قائل نہیں۔ بلکہ وہ اقنوموں میں محض کثرت یعنی تین ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ پس چونکہ پادری عبدالحق صاحب کی دلیل سے خدا بجائے ایک ہونے کے تین ہو جاتے ہیں۔ اور اقنوم بجائے تین ہونے کے ایک رہ جاتا ہے۔ اور یہ دو نوں نتیجے کفر ہیں۔ اس لئے یہ دلیل ہی سرے سے غلط اور کفریہ دلیل ثابت ہوئی۔ اور اگر کوئی عیسائی کہے۔ کہ وحدت کے لئے محض کثرت لازم ہے۔ خواہ وہ کیسی ہو نیز کثرت کے لئے محض وحدت لازمی ہے۔ خواہ وہ کسی جہت سے ہو۔ اس لئے خدا میں وحدت تو ذاتی ہے۔ مگر کثرت ذاتی نہیں۔ بلکہ اقانیمی ہے۔ اسی طرح خدا میں کثرت اقانیمی ہے۔ مگر وحدت اقنومی نہیں۔ بلکہ وحدت ذاتی ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ پھر اقانیمی کثرت کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ مسلمان بھی تو وحدت ذاتی اور کثرت صفاتی مانتے ہیں۔ پھر خواہ مخواہ وہمی اقنوموں کی کثرت ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ یہی کافی ہے۔ کہ کہا جائے۔ کہ خدا ذات کے لحاظ سے واحد ہے۔ مگر صفات کے لحاظ سے اُس میں کثرت ہے۔ یعنی اُس کی صفات بہت سی ہیں۔ اس سے ثابت ہُوا۔ کہ ذات باری کی وحدت کے اقانیم کی کثرت ماننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صفات کی کثرت ماننے سے ہی کام چل سکتا ہے۔ اور جب اقانیم کے ماننے کی ضرورت نہ رہی اور وہ بے ضرورت ثابت ہوئے۔ تو یہی اُن کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود تھا +

خاکسار سید محمد اسحٰق۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویو آف ریلیجنز اردو - قادیان دارالامان - مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۵ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

ڈابر (ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن) لمیٹڈ

صیغہ نمبر ۱۱۷   پوسٹ بکس ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے مشہور لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

دماغ کی تراوٹ

STAR (REGD) اسٹار ٹریڈ مارک

کیش راج R98

سر کے تیلوں کا راجہ

اس میں وائیٹ آئل مطلق نہیں ہے اس لئے یہ نقصان نہیں پہنچاتا دوسرے تیلوں کی بہ نسبت یہ زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ یہ صرف خوشبودار ہی نہیں بلکہ دوا آمیز بھی ہے۔ دماغ کو تروتازہ رکھنے اور بالوں کو مضبوط کرنے میں یہ بے مثل ہے اس سے خشکی اور روسی دفع ہوتی ہے انہی صفتوں کے باعث متعدد نمائشوں سے تمغے اور سارٹیفکٹ عطا ہوئے ہیں استعمال کر کے فائدہ اٹھائیے۔

قیمت فی شیشی پندرہ آنہ	۱۵/
ڈاک محصول دس آنہ	۱۰/
نمونہ کی شیشی صرف تین آنہ	۳/

جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتی ہے۔

ڈابر سامان زیبائش کے نمونہ کا بکس R98

ہم نے روزینہ استعمالی کارآمد چیزوں کا یہ بکس تیار کیا ہے تاکہ ہمارے ہاں کی مفید اشیا تھوڑے ہی صرفہ میں آزمائی جا سکیں۔ اسمیں حسب ذیل چند آٹھ قسم کے سامان بطریق نمونہ رکھے گئے ہیں:-

(۱) دنت مکتا	(دانت کا منجن)
(۲) کیش دھونا	(سر دھونے کا پوڈر)
(۳) کیش راج	(سر کے تیلوں کا راجہ)
(۴) ہیلک صابون	(خوشبودار دوا آمیز)
(۵) نہارن اسنو	(خوبصورتی کے واسطے)
(۶) نہارن پوڈر	(غازہ)
(۷) اوڈو نہارن	(عطر دل آویز)
(۸) ڈابر مسک لونڈر	(مشک آمیز اسنس)

قیمت فی بکس ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸ محصول ڈاک دس آنہ ۱۰/

نوٹ:۔ دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

گورداسپور کے ایجنٹ شیخ محمد وارث رحمت صاحب سوداگر

(بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)